مرکز اصلاح النساء سرگودھا کا ترجمان

ماہنامہ بناتِ اہلسنت سرگودھا

مدیر
مولانا محمد الیاس گھمن

جلد نمبر 7 | اکتوبر 2016ء | 10/-

اسلامی تہذیب میں حقوق انسانیت

مسلمان خواتین کے علمی کارنامے

محرم الحرام
مذہبی و معاشرتی ذمہ داریاں

ناشر
مرکز اھل السنۃ والجماعۃ
www.ahnafmedia.com

فہرست

محرم اور مذہبی و معاشرتی ذمہ داریاں 5
اداریہ

ماہ محرم کیسے گزاریں ؟؟ 7
ابو جندل قاسمی

اسلامی تہذیب میں حقوق انسانیت 15
عتیق الرحمٰن

مسلمان خواتین کے علمی کارنامے 21
فاطمہ طیب

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ مزاح 26
غلام نبی مدنی

کیا آپ جنت جانا چاہتے ہیں ؟؟ تو آیئے!! 30
اہلیہ مفتی شبیر احمد

وقت انسانی زندگی کا عظیم سرمایہ 36
مفتی محمد صادق حسین

گُفتہ او گُفتہ اللہ بود 43
مولانا محمد کلیم اللہ حنفی

درسِ قرآن

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ۔
(سورۃ الحجر آیت نمبر 2)

ترجمہ: ایک وقت آئے گا جب کافر لوگ اپنی اس خواہش کا اظہار کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے۔

تفسیر: امام طبرانی رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ حدیث ذکر فرمائی ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے بعض لوگوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے یہ عذاب ہو گا کہ ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا جب تک اللہ تبارک و تعالیٰ چاہیں گے۔ جہنم میں مشرکین ان {عذاب یافتہ مسلمانوں کو} عار دلائیں گے کہ تمہارے ایمان لانے کا کیا فائدہ؟ تم بھی تو ہمارے ساتھ آگ میں پڑے ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی موحد کو جہنم میں باقی نہیں چھوڑیں گے سب کو وہاں سے نکال لیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ۔ یعنی اس دن کافر لوگ یہ رہ رہ کر خواہش کریں گے کہ اے کاش ہم بھی مسلمان ہوتے۔ اس مضمون کی دیگر روایات حضرت ابن عباس، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابن مسعود، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم سے بیہقی، طبرانی اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں۔

اسلام اور ایمان بہت بڑی نعمتیں ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی قدر کی توفیق عطا فرمائے اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین

درسِ حدیث

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہو گا بے حیائی سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ اللہ بے تکلف یا بتکلف کسی نوعیت کی بے حیائی پسند نہیں کرتا بخل سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا تھا اسی بخل نے انہیں قطع رحمی کا راستہ دکھایا سو انہوں نے رشتے ناطے توڑ دیے اسی بخل نے انہیں اپنی دولت اور چیزیں اپنے پاس سمیٹ کر رکھنے کا حکم دیا سو انہوں نے ایسا ہی کیا اسی بخل نے انہیں گناہوں کا راستہ دکھایا سو وہ گناہ کرنے لگے۔

اسی دوران ایک آدمی نے کھڑے ہو کر پوچھا یا رسول اللہ! کون سا مسلمان افضل ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کہ دوسرے مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں ایک اور آدمی نے کھڑے ہو کر پوچھا یا رسول اللہ کون سا جہاد افضل ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی گئی ہوں اور اس کا خون بہا دیا گیا ہو۔

یزید کی سند سے روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ پھر ایک اور آدمی نے پکار کر پوچھا یا رسول اللہ! کون سی ہجرت افضل ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان چیزوں کو چھوڑ دو جو تمہارے رب کو ناگوار گذریں اور ہجرت کی دو قسمیں ہیں شہری کی ہجرت اور دیہاتی کی ہجرت دیہاتی کی ہجرت تو یہ ہے کہ جب اسے دعوت ملے تو قبول کر لے اور جب حکم ملے تو اس کی اطاعت کرے اور شہری کی آزمائش بھی زیادہ ہوتی ہے اور اس کا اجر بھی زیادہ ہوتا ہے۔

(مسند احمد: جلد سوم: حدیث نمبر 2287)

محرم اور مذہبی و معاشرتی ذمہ داریاں

اداریہ

اسلام میں امن کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، نفاذ اسلام کا مقصد قیام امن ہے۔ اس لیے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اسلام کی بنیادی روح کو اچھی طرح سمجھے۔ قبل از اسلام امن کا فقدان تھا، ظلم و جبر نے انسانیت کو بدامنی کی دلدل میں گردن تک دھنسا رکھا تھا۔

اسلام آیا!!

پیغمبر اسلام نے انسانیت کی ڈوبتی ناؤ کو امن کے ساحل پر لگایا۔ انسانیت کو انسانیت کا درس دیا۔ پیار، انس، مودت و محبت، اخوت و بھائی چارگی، حسن سلوک اور رواداری کو فروغ دینے کے لیے خدائی دستور قرآن کریم دیا۔ قرآنی احکامات کی تشریح بھی خود فرمائی تاکہ حجت تام ہو جائے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر امن و امان پر زور دیا۔ ظلم و جبر، وحشت و سربریت اور خوف و ہراس کو دور کرنے کے لیے وحی الٰہی کے مطابق ایسا منصفانہ اور عادلانہ نظام دیا جس میں ظالم کو ظلم سے روک کر مظلوم کی دادرسی کی گئی ہے۔ آپ کا دیا ہوا نظام ہر دور میں امن کا ضامن رہا ہے اور تا قیامت اسی نظام سے امن وابستہ ہے۔

اس لیے آج بھی اسی نظام سے رہنمائی لینے کی ضرورت ہے۔ محرم الحرام کا شمار ان مہینوں میں ہوتا ہے جن کی عظمت و تقدس قرآن و حدیث اور معتبر تاریخ سے ثابت ہے۔ یہ عبادت، مالی وسعت، فراخ دلی اور تحمل برداشت کا مہینہ ہے۔

اس لیے محرم الحرام کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم سب نے مل کر

اس نئے اسلامی سال کا خیر مقدم کرنا ہے اور یہ عزم کرنا ہے کہ فرقہ واریت، دہشت گردی، تخریب کاری اور عدم برداشت کی حوصلہ شکنی کر کے اتحاد و اتفاق، امن و امان اور تحمل کو فروغ دیں گے۔

جہاں تک ہمارا ذاتی مشاہدہ ہے سابقہ سال محرم الحرام مجموعی طور پر پُر امن رہا جس کی وجوہات انتظامیہ کی غیر جانبدارانہ امن پالیسی، تمام مکاتب فکر کے ذمہ دار سنجیدہ مذہبی پیشواؤں کی محنت اور عوام میں بڑھتے ہوئے اخلاقی شعور نے کئی عشروں پر مشتمل محرم کی ناگفتہ بہ صورتحال کو یکسر بدلنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

اس بار بھی ہمیں امید ہے کہ انتظامیہ، علماء اور عوام مل کر محرم الحرام کے تقدس کو پامال ہونے سے بچائیں گے۔ لڑائی جھگڑا، خون خرابہ اور باہمی تشدد پر قابو پائیں گے۔ اور پُر امن طریقے سے گزارنے کی مضبوط حکمت عملی کو اپنائیں گے۔

کافی عرصے سے ہم اجتماعی طور پر یہ پرزور مطالبہ کر رہے تھے کہ تمام مکاتب فکر کے ذمہ دار مذہبی قائدین اپنے عوام کو اس بات کا پابند کریں کہ عبادت کی ادائیگی عبادت خانوں میں ہی کی جائے۔

الحمد للہ تجربات کی روشنی میں خود انتظامیہ نے اس بات کو اچھی طرح محسوس کیا اور اس کے عملی فوائد و نتائج کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ہمارے اس مطالبے کو تسلیم کرنے میں ملک کا امن و امان بحال ہوا ہے۔

اگر ہمارے اس معقول مطالبے کو قانونی شکل دی جائے تو یقیناً ملک سے بدامنی، فرقہ واریت، دہشت گردی اور تخریب کاری ختم ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالی ہمارے اس پیارے ملک کو اندرونی و بیرونی سازشوں سے محفوظ فرمائے اور سالمیت و استحکام عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین

ماہ محرم کیسے گزاریں؟؟

ابو جندل قاسمی

یوم عاشوراء زمانۂ جاہلیت میں قریشِ مکہ کے نزدیک بڑا محترم دن تھا، اسی دن خانۂ کعبہ پر نیا غلاف ڈالا جاتا تھا اور قریش اس دن روزہ رکھتے تھے، قیاس یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کچھ روایات اس کے بارے میں ان تک پہنچی ہوں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ قریش ملتِ ابراہیمی کی نسبت سے جو اچھے کام کرتے تھے، ان کاموں میں آپ ان سے اتفاق واشتراک فرماتے تھے، اسی بنا پر حج میں بھی شرکت فرماتے تھے، اپنے اس اصول کی بنا پر آپ قریش کے ساتھ عاشورہ کا روزہ بھی رکھتے تھے؛ لیکن دوسروں کو اس کا حکم نہیں دیتے تھے، پھر جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے اور یہاں یہود کو بھی آپ نے عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا اور ان کی یہ روایت پہنچی کہ یہ وہ مبارک تاریخی دن ہے، جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نجات عطا فرمائی تھی اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرقاب کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے روزے کا زیادہ اہتمام فرمایا اور مسلمانوں کو بھی عمومی حکم دیا کہ وہ بھی اس دن روزہ رکھا کریں۔

(بخاری ۱/۲۸۱)

بعض حدیثوں میں ہے کہ آپ نے اس کا ایسا تاکیدی حکم دیا جیسا حکم فرائض اور واجبات کے لیے دیا جاتا ہے؛ چنانچہ بخاری ومسلم میں سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ اور ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشورہ کی صبح مدینہ منورہ کے آس پاس کی ان بستیوں میں جن میں انصار رہتے تھے، یہ اطلاع بھجوائی کہ جن لوگوں نے ابھی تک کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ آج کے دن

روزہ رکھیں اور جنہوں نے کچھ کھاپی لیا ہو وہ بھی دن کے باقی حصے میں کچھ نہ کھائیں؛ بلکہ روزہ داروں کی طرح رہیں، بعد میں جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو عاشورہ کے روزہ کی فرضیت منسوخ ہوگئی اور اس کی حیثیت ایک نفل روزہ کی رہ گئی۔

(بخاری شریف ۱/۲۶۸، مسلم شریف ۱/۳۶۰)

لیکن اس کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی رہا کہ آپ رمضان المبارک کے فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزوں میں سب سے زیادہ اسی روزہ کا اہتمام فرماتے تھے، جیسا کہ حدیث آگے آرہی ہے (معارف الحدیث ۴/۱۶۸)

یومِ عاشورہ کی تاریخی اہمیت:

یوم عاشورہ بڑا ہی مہتم بالشان اور عظمت کا حامل دن ہے، تاریخ کے عظیم واقعات اس سے جڑے ہوئے ہیں؛ چنانچہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ:

(۱) یوم عاشورہ میں ہی آسمان وزمین، قلم اور حضرت آدم علیہما السلام کو پیدا کیا گیا۔

(۲) اسی دن حضرت آدم علیٰ نبیناوعلیہ الصلاۃ والسلام کی توبہ قبول ہوئی۔

(۳) اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا۔

(۴) اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہولناک سیلاب سے محفوظ ہو کر کوہِ جودی پر لنگر انداز ہوئی۔

(۵) اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو،، خلیل اللہ" بنایا گیا اور ان پر آگ گلِ گلزار ہوئی۔

(۶) اسی دن حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

(۷) اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانے سے رہائی نصیب ہوئی اور مصر کی حکومت ملی۔

(۸) اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کی حضرت یعقوب علیہ السلام سے ایک طویل عرصے کے بعد ملاقات ہوئی۔

(۹) اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم واستبداد سے نجات حاصل ہوئی۔

(۱۰) اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی۔

(۱۱) اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت واپس ملی۔

(۱۲) اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو سخت بیماری سے شفا نصیب ہوئی۔

(۱۳) اسی دن حضرت یونس علیہ السلام چالیس روز مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے بعد نکالے گئے۔

(۱۴) اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول ہوئی۔

(۱۵) اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

(۱۶) اور اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے شر سے نجات دلا کر آسمان پر اٹھایا گیا۔

(۱۷) اسی دن دنیا میں پہلی بارانِ رحمت نازل ہوئی۔

(۱۸) اسی دن قریش خانہ کعبہ پر نیا غلاف ڈالتے تھے۔

(۱۹) اسی دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ سے نکاح فرمایا۔

(۲۰) اسی دن کوفی فریب کاروں نے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جگر گوشۂ فاطمہ رضی اللہ عنہما کو میدانِ کربلا میں شہید کیا۔

(۲۱) اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

(نزہۃ المجالس ۱/۳۴۷، معارف الحدیث ۴/۱۶۸)

یومِ عاشورہ کی فضیلت:

مذکورہ بالا واقعات سے تو یوم عاشورہ کی خصوصی اہمیت کا پتہ چلتا ہی ہے، علاوہ ازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس دن کی متعدد فضیلتیں وارد ہیں؛ چنانچہ:

1: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ما رأیتُ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَتَحَرّیٰ صیامَ یومٍ فضَّلَہ علی غیرِہ الّا ھذا الیومَ یومَ عاشوراءَ وھذا الشھرَ یعنی شھرَ رَمَضَان۔

(بخاری شریف ۱/۲۶۸، مسلم شریف ۱/۳۶۱،۳۶۰)

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی فضیلت والے دن کے روزہ کا اہتمام بہت زیادہ کرتے نہیں دیکھا، سوائے اس دن یعنی یومِ عاشوراء کے اور سوائے اس ماہ یعنی ماہِ رمضان المبارک کے۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے طرزِ عمل سے یہی سمجھا کہ نفل روزوں میں جس قدر اہتمام آپ یومِ عاشورہ کے روزہ کا کرتے تھے، اتنا کسی دوسرے نفلی روزہ کا نہیں کرتے تھے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَیْسَ لِیَوْمٍ فَضْلٌ عَلٰی یومٍ فِی الصِّیَامِ الاَّ شَھْرَ رَمَضَانَ وَیَوْمَ عَاشُوْرَاءَ .

(رواہ الطبرانی والبیہقی، الترغیب والترہیب ۲، ۱۱۵)

روزہ کے سلسلے میں کسی بھی دن کو کسی دن پر فضیلت حاصل نہیں؛ مگر ماہِ رمضان المبارک کو اور یوم عاشورہ کو (کہ ان کو دوسرے دنوں پر فضیلت حاصل ہے)

(۳) عن أبی قتادۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم: انّی أحتَسِبُ عَلَی اللّٰہِ أنْ یُکفِّر السنۃَ التی قَبْلَہ.

(مسلم شریف ۳۶۷، ۱، ابن ماجہ ۱۲۵)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ عاشوراء کے دن کا روزہ گذشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ (ابن ماجہ کی ایک روایت میں "السنۃ التی بعدھا" کے الفاظ ہیں)

(کذا فی الترغیب ۲/۱۱۵)

ان احادیث شریفہ سے ظاہر ہے کہ یوم عاشوراء بہت ہی عظمت و تقدس کا حامل ہے؛ لہٰذا ہمیں اس دن کی برکات سے بھرپور فیض اٹھانا چاہیے۔

ماہِ محرم کی فضیلت اور اس کی وجوہات:

یوم عاشوراء کے ساتھ ساتھ شریعت مطہرہ میں محرم کے پورے ہی مہینے کو خصوصی عظمت حاصل ہے؛ چنانچہ چار وجوہ سے اس ماہ کو تقدس حاصل ہے:

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ احادیث شریفہ میں اس ماہ کی فضیلت وارد ہوئی ہے؛ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ ماہ رمضان المبارک کے بعد کون سے مہینہ کے میں روزے رکھوں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہی سوال ایک دفعہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کیا تھا، اور میں آپ کے پاس بیٹھا تھا، تو آپ نے جواب دیا تھا کہ: انْ کُنْتَ صَائِمًا بَعْدَ شَھْرِ رَمَضَانَ فَصُمِ الْمُحَرَّمَ فانَّہ شَھْرُ اللّٰہِ فِیْہِ یَوْمٌ تَابَ اللّٰہُ فِیْہِ عَلٰی قَوْمٍ وَیَتُوْبُ فِیْہِ عَلٰی قَوْمٍ آخَرِیْنَ۔

(ترمذی ۱/۱۵۷)

یعنی ماہ رمضان کے بعد اگر تم کو روزہ رکھنا ہے تو ماہِ محرم میں رکھو؛ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ (کی خاص رحمت) کا مہینہ ہے، اس میں ایک ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ

نے ایک قوم کی توبہ قبول فرمائی اور آئندہ بھی ایک قوم کی توبہ اس دن قبول فرمائے گا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ صِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ .

(ترمذی ۱/۱۵۷)

یعنی ماہ رمضان المبارک کے روزوں کے بعد سب سے افضل روزہ ماہ محرم الحرام کا ہے۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص محرم کے ایک دن میں روزہ رکھے اور اس کو ہر دن کے روزہ کے بدلہ تیس دن روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا۔

(الترغیب والترہیب ۲/۱۱۴)

(۲) مندرجہ بالا احادیث شریفہ سے دوسری وجہ یہ معلوم ہوئی کہ یہ "شہرُ اللّٰہ" ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں کا مہینہ ہے تو اس ماہ کی اضافت اللہ کی طرف کرنے سے اس کی خصوصی عظمت وفضیلت ثابت ہوئی۔

(۳) یہ مہینہ "اشہر حرم" یعنی ان چار مہینوں میں سے ہے کہ جن کو دوسرے مہینوں پر ایک خاص مقام حاصل ہے، وہ چار مہینے یہ ہیں:

(1):ذی قعدہ(2) ذی الحجہ (3) محرم الحرام(4) رجب

(۴) اسلامی سال کی ابتداء اسی مہینے سے ہے؛ چنانچہ امام غزالی لکھتے ہیں کہ "ماہِ محرم میں روزوں کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اس مہینے سے سال کا آغاز ہوتا ہے؛ اس لیے اسے نیکیوں سے معمور کرنا چاہیے، اور خداوند قدوس سے یہ توقع رکھنی چاہیے کہ وہ ان روزوں کی برکت پورے سال رکھے گا۔ (احیاء العلوم اردو ۱/۶۰۱)

یوم عاشوراء میں کرنے کے کام:

احادیث طیبہ سے یومِ عاشوراء میں صرف دو چیزیں ثابت ہیں:

روزہ:

جیسا کہ اس سلسلے میں روایات گزر چکی ہیں؛ لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار ومشرکین کی مشابہت اور یہود ونصاریٰ کی بود وباش اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، اس حکم کے تحت چونکہ تنہا یوم عاشوراء کا روزہ رکھنا یہودیوں کے ساتھ اشتراک اور تشابہ تھا، دوسری طرف اس کو چھوڑ دینا اس کی برکات سے محرومی کا سبب تھا؛ اس لیے اللہ تعالیٰ کے مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ یوم عاشوراء کے ساتھ ایک دن کا روزہ اور ملالو، بہتر تو یہ ہے کہ نویں اور دسویں تاریخ کا روزہ کھو، اور اگر کسی وجہ سے نویں کا روزہ نہ رکھ سکو تو پھر دسویں کے ساتھ گیارہویں کا روزہ رکھ لو؛ تاکہ یہود کی مخالفت ہو جائے اور ان کے ساتھ کسی بھی قسم کا تشابہ نہ رہے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیا تو بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس دن کو یہود ونصاریٰ بڑے دن کی حیثیت سے مناتے ہیں (تو کیا اس میں کوئی ایسی تبدیلی ہو سکتی ہے جس کے بعد یہ اشتراک اور تشابہ والی بات ختم ہو جائے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یعنی جب اگلا سال آئے گا تو ہم نویں کو بھی روزہ رکھیں گے، ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ اگلا سال آنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔

(مسلم شریف ۱/۳۵۹)

اہل وعیال پر رزق میں فراخی:

شریعتِ اسلامیہ نے اس دن کے لیے دوسری تعلیم دی ہے کہ اس دن اپنے

اہل وعیال پر کھانے پینے میں وسعت اور فراخی کرنا اچھا ہے؛ کیونکہ اس عمل کی برکت سے تمام سال اللہ تعالیٰ فراخیِ رزق کے دروازے کھول دیتا ہے؛ چنانچہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ أَوْسَعَ عَلٰى عِيَالِهٖ وَأَهْلِهٖ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ أَوْسَعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَتِهٖ.

(رواہ البیہقی، الترغیب والترہیب ۲/۱۱۵)

یعنی جو شخص عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر کھانے پینے کے سلسلے میں فراخی اور وسعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ پورے سال اس کے رزق میں وسعت عطا فرمائیں گے۔

بعض رسمیں اور بدعات:

ماہ محرم اور یوم عاشوراء بہت ہی بابرکت اور مقدس مہینہ ہے؛ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس باعظمت مہینہ میں زیادہ سے زیادہ عبادات میں مشغول ہو کر خدائے تعالیٰ کی خاص الخاص رحمت کا اپنے کو مستحق بنائیں؛ مگر ہم نے اس مبارک مہینہ کو خصوصاً یوم عاشوراء کو طرح طرح کی خود تراشیدہ رسومات وبدعات کا مجموعہ بنا کر اس کے تقدس کو اس طرح پامال کیا کہ الامان والحفیظ۔

اس ماہ میں ہم نے اپنے کو چند در چند خرافات کا پابند بنا کر بجائے ثواب حاصل کرنے کے الٹا معصیت اور گناہ میں مبتلا ہونے کا سامان کر لیا ہے۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ جس طرح اس ماہ میں عبادت کا ثواب زیادہ ہو جاتا ہے، اسی طرح اس ماہ کے اندر معصیات کے وبال وعقاب کے بڑھ جانے کا بھی اندیشہ ہے؛ اس لیے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اس محترم مہینہ میں ہر قسم کی بدعات وخرافات سے احتراز کرے۔

اسلامی تہذیب میں حقوقِ انسانیت

عتیق الرحمٰن، لاہور

ایک مغربی فلسفی نے کہا ہے کہ کمزوری ایک بوڑھے پن کی علامت ہے، ضروری ہے کہ اس کے خاتمے کے لئے عملاً کوشش کرنی چاہیے اس کا بدیہی تقاضہ ہے کہ ہم انسانیت سے محبت کو اپنا بنیادی اصول بنالیں۔ لیکن اسلام نے سماج کے تمامی طبقات میں بغیر کسی تفریق و تقسیم کئے سبھی کے لئے یکساں اخلاقی و ادبی، معاشی و معاشرتی بحیثیت انفرادی و اجتماعی اصول بیان کئے اور ان کو اختیار کرنے کا حکم دیا اس میں کسی رنگ و نسل یا قوم و مذہب کی نسبت کو ذکر نہیں کیا گیا اور اسی کے ساتھ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو انسانوں کے اساسی اصول جو اسلام نے وضع کئے ہیں ان سے پہلو تہی کرے یعنی انسانیت کے فلاح و بہتری کے ساتھ ہمہ جہت آزادی سلب کرنے کی کوشش کرے تو اس کے لئے سزاؤں کا تقرر بھی کیا گیا ہے۔

انسان کے حقوق اسلام کی نظر میں:

اسلام میں انسانیت کو عزت و اکرام، تعظیم و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ قران حکیم کی سورہ بنی اسرائیل کی آیت 70 میں بیان کیا گیا ہے کہ "اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگ اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا فرمائی"۔ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ جل وعلا نے انسانیت کو ہمہ جہت مکمل ابرومندانہ زندگی بسر کرنے کی خاطر بہت سے حقوق سے نوازا ہے جس میں سیاسی و اقتصادی، اجتماعی و فکری آزادی فراہم کی گئی اور یہ کسی خاص قوم یا خاص طبقہ کے لئے نہیں بلکہ مسلم و غیر مسلم، کالے و گورے، عربی و عجمی سبھی کو یکساں ایک جیسے ہی حقوق عطا کئے گئیے ہیں اور اس میں کسی

قسم کے تغیر و تبدل اور تحریف و زیادتی کی اجازت نہیں ہے کیوں کہ یہ براہ راست رب کریم کی ہدایات کے مطابق حقوق دیئے گئے۔اسی طرح خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر اسی مضمون کو ایک اور انداز سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے ''تم پر تمہارا خون، تمہارا مال حرام ہے اس طرح جیسے آج کے دن کی حرمت اور اس ماہ مقدس کی حرمت اور اس شہر مقدس کی حرمت تم پر لازم ہے یہاں تک کہ اللہ سے یوم حساب میں ملاقات ابدی ہو''۔اس حدیث نبوی میں انسان کو فراہم کئے گئے تین بنیادی حقوق کی حرمت کا ذکر کیا گیا ہے جان، مال اور عزت کہ اس کے ساتھ کوئی فرد بشر کھلواڑ و استحصال و غصب نہیں کر سکتا۔اسی طرح ایک اور حدیث میں انسانیت کے حقوق کی حفاظت کا اسقدر اہتمام کیا گیا ہے کہ اللہ کے ساتھ شریک کرنے کے بعد سب سے بڑا گناہ انسان کو ناجائز قتل کرنا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن میں وارد ہے کہ '' جس نے ایک انسان کی مدد کی زندہ رہنے میں اس نے سب انسانوں کو زندہ کیا اور جس نے کسی انسان کو قتل کیا تو تمام انسانوں کا قتل کیا''۔

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں خودکشی کی شدید الفاظ میں مذمت کی گئی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر قتل کیا تو وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لئے گرتا رہے گا، اور جس نے زہر پی کر اپنے آپ کو قتل کیا تو جہنم کی آگ میں زہر کو ہاتھ میں پکڑ کر ہمیشہ پیتا رہے گا، اور جس نے کسی لوہے کے ہتھیار سے خودکشی کی وہ بھی جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لئے خود کو لوہے کے ہتھیار سے قتل کرتا رہے گا''۔

انسانوں میں برابری:

مندرجہ بالا کلام سے واضح ہو چکا ہے کہ اسلام نے انسانوں کی جان، مال،

عزت اور جینے کے حق کی حفاظت کا حکم بلا کسی تفریق و تقسیم کے دیا ہے اور جس میں جمیع انسانیت کے مابین برابری کو قائم رکھا گیا ہے فرد اور جماعت کے درمیان، قوموں اور نسلوں کے درمیان، حکمرانوں اور عوام کے مابین، حاکم اور محکوم کے درمیان نہ ہی اس میں کوئی تخصیص کی گئی اور نہ ہی کوئی استثناء دیا گیا کسی کو یہاں تک کہ شریعت اسلامیہ میں عربی و عجمی، کالے اور گورے کی بنیاد پر نہیں بلکہ صرف اور صرف تقویٰ کی بنیاد پر عظمت و فضیلت دی گئی ہے۔ قرآن پاک کی سورہ الحجرات میں بیان کیا گیا ہے کہ "اے انسانو! ہم نے تمہیں ایک ماں اور ایک باپ سے پیدا کیا، اور ہم نے تمہیں قوموں اور قبائل میں تقسیم کر دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، در حقیقت تم سے معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی و پرہیز گار ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے، اور تمہارا باپ بھی ایک ہے تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیا گیا، تم میں سے زیادہ عزت کسی عربی و عجمی یا کالے اور گورے ہونے کی بنیاد پر نہیں دی گئی بلکہ اللہ سے ڈرنے و استحضار رکھنے والے کو دی گئی۔ اس برابری و مساوات کو سمجھنے کے لئے بخاری کی ایک روایت بڑی موثق دلیل بنتی ہے جس سے جہاں انسانیت میں عدم تفرق کا درس ملتا ہے وہیں پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی باہم محبت کا عنصر بھی نمایاں نظر آتا ہے ابو امامہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو طعنہ دیا کہ کالی ماں کے بیٹے تو اس پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہلکان و پریشان اور سخت کرب والم میں مبتلا ہوئے اور معاملہ کی شکایت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کی کے مجھے ایسا کہا گیا جس پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم سے جاہلیت کی رمق ختم نہیں ہوئی۔

اس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے راستے میں حضرت بلال کو دیکھا

تو زمین پر خاک آلود ہو گئے اور فرمانے لگے کہ تم مجھ پر اپنا پاؤں رکھو تا کہ بدلہ پورا ہو جائے مگر حضرت بلال نے انہیں سہارا دے کر اٹھایا اور معاف کر دیا"۔

اسلام میں انصاف کی فراہمی:

مساوات و برابری کے ساتھ ایک اہم امر جس کا اسلام نے اہتمام کیا وہ عدل و انصاف کا منصفانہ قیام۔ اس سلسلہ میں مشہور واقعہ ہے کہ حضرت اسامہ بن زید جن سے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے پناہ محبت و پیار تھا ایک قبیلہ مخزوم کی سردار گھرانے کی چور لڑکی کے بارے سفارش کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے متانت و بے باکی کے ساتھ فرمایا کہ تم سے پہلی قومیں اس لئے ہلاک ہوئیں ہیں کہ وہ اپنے بڑوں کی غلطیوں و سرکشیوں سے درگزر کرتے اور کمزور و غریب کو سزا دیتے تھے مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میں محمد کی جان ہے کہ اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹتا۔ ہر انسان کو اپنے پر عائد شدہ الزام کے دفاع و رد میں بات کرنے کا تحفظ حاصل ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص جج و قاضی کی کرسی پر جلوہ براہ ہو تو اس پر لازم کے انصاف کے تقاضوں کو پورا کرے اور وہ اس طرح کہ دونوں فریقوں کو ایک ہی حیثیت میں رکھ کر ان سے ان کا مؤقف لینے کے بعد فیصلہ کرے۔

عزت کی زندگی جینے کا حق:

اسلامی شریعت نے انسان کو عزت و عظمت کے ساتھ جینے کا مکمل حق دیا ہے اور اس کی مثال کسی انسانی وضع کردہ قانون و میثاق یا معاہدہ میں نہیں ملتی۔ ہر فرد کو اسلامی سلطنت آبرو مندانہ حیات بسر کرنے کی اجازت دیتی ہے جس کی بدولت وہ

باعزت روزگار حاصل کر سکے اور صحت مندانہ زندگی گذار سکے جبکہ دوسری جانب انسانوں کی جانب سے وضع کیے گئے قوانین کے مطابق انسان کو مقید کر دیا جاتا ہے کہ وہ اس قدر مال و ملک کا حصول کر سکتا ہے زائد نہیں اور یہ طریقہ قرین انصاف نہیں۔ انسان کو زندگی کی حاجات کی تکمیل کے لئے باعزت روزگار چاہیے ہوتا ہے اور اس کا تحفظ بھی یہ دونوں اسلام نے مقرر و محدد فرما دیئے۔ اب ایک مسئلہ یہ ہے کہ انسان خود کام کرنے سے عاجز ہے تو اس طرح کے سبھی ضرورتمندوں کی حاجت براری کے لئے اسلام نے زکوٰۃ و صدقات جیسے مصارف کے ذریعہ سے خلافت اسلامیہ کے بیت المال میں سے ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا حکم دیا یہی وجہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی آدمی مر جائے تو اس پر قرض ہو یا نقصان کا ذمہ تو میں خود اس کی تلافی کروں گا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قول ہے کہ انسان کے اچھے اور برے ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کا پڑوسی اسے اچھا کہے یا برا۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جس کا پڑوسی وجار اس کی شرارتوں اور اذیتوں سے محفوظ نہ ہو۔

خادم وقیدی کے حقوق:

اسلام وہ دین حق ہے جس نے انسانیت کے عام حالات اور جنگی حالات دونوں میں مقرر کردہ حقوق بیان فرمائے ہیں۔ ان دونوں حالتوں میں توازن و اعتدال کو اختیار کرنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ حالت جنگ میں انتقام و بدلہ اور غصہ و بدسلوکی کا عنصر غالب ہوتا ہے اس میں انسانی ہمدردی مفقود ہو جاتی ہے مگر دین ابدی میں اس کا بھی پاس رکھا گیا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنگ کے درمیان کسی بچے، کسی عورت اور کسی بوڑھے کو قتل نہ کیا جائے ماسوائے کہ وہ شریک جنگ ہو

جائے۔ انسانوں کے جو مفصل حقوق شریعت نے بیان کئے ہیں ان میں س بعض کو ضبط تحریر کر دیا گیا ہے۔

حدیث نبوی میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان پر لازم ہے کہ اس کے گھر میں موجود خادم و ملازم کو وہی کھانا و لباس اور احترام دیں جو اہل خانہ کو دیتے ہیں۔ غلامی و باندی کے اثر کو مٹانے کے لئے اسلام ہر لحاظ سے ان کی آزادی کی سبیل بیان کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام غلامی کے تصور کی مذمت کرنے کے ساتھ اس کے خاتمے کی سنجیدہ کوشش کرنے کا حکم دیتا ہے۔

آج کے مسلم سماج کا المیہ یہ ہے کہ انہوں نے عیسائیت و یہودیت کی طرح مذہبی طبقوں نے اسلامی تعلیمات کی حقیقی روح کو بیان کرنے سے پہلو تہی اختیار کر رکھی ہے اس میں ان کی ذاتی مصالح ہو سکتی ہیں یا کاہلی و سستی اور غیر ذمہ داری مگر ایک بات مسلم ہے کہ ہمارے علماء کے اس غیر ذمہ دارنہ کردار کی وجہ سے عہد حاضر کے تعلیم یافتہ طبقے سے وابستہ نوجوان دین اسلام اور علماء سے بد ظن ہوتے جارہے ہیں، معاشرے میں بے چینی و اضطراب فروغ پاچکا ہے کہ ایک مسلمان جو کہ نماز ،روزہ، حج و دیگر عبادات کا تو سختی کے ساتھ پابندی کرتا ہے مگر وہی معاملاتی زندگی میں جھوٹ، فریب اور دھوکہ دہی و غلط بیانی کو شعار بناتا ہے جس کا ثمر ہمارے سامنے ہے کہ اسلامی ممالک پر ذلت و تنزلی مسلط کر دی گئی ہے کیوں کہ قرآن نے فرمایا ہے کہ ”جو میرے ذکر (قرآن) سے انحراف کرے گا تو ان پر معیشت تنگ کر دی جائے گی اور اسی طرح قرآن حکیم میں اللہ نے فرمایا ہے کہ دین میں سے کچھ امور کو اختیار کرنا اور کچھ کو ترک کرنا جہنم میں لاجانے کا سبب ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مذہبی قیادت ہر سطح کی وقتی و عارضی مصالح سے بالاتر ہو کر اسلامی کی حقیقی و واضح تعلیمات کو امانت و دیانت کے ساتھ عوام میں منتقل کریں۔

مسلمان خواتین کے علمی کارنامے

فاطمہ طیب

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہر قوم کی تعمیر و ترقی کا انحصار اس کی تعلیم پر ہوتا ہے۔ تعلیم ہی وہ واحد ذریعہ ہے کہ جس کے سبب قوم کے احساس و شعور کو اجاگر کیا جاسکتا ہے۔

اسلام میں تعلیم و تعلم کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں زندگی گزارنے کے ہر پہلو پر واضح و روشن تعلیمات موجود ہیں۔ دین اسلام میں علم کو صرف حق ہی نہیں بلکہ واجب قرار دیا گیا ہے۔ علم مومن کے قلب میں ایک نور ہے جو فانوس نبوت کے چراغ سے مستفاد ہوتا ہے اور تخلیق انسانی کے ظہور کے ساتھ ہی اللہ رب العالمین نے تمام علوم کی تعلیم ابوالبشر سیدنا آدم صفی اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمائی اور پھر یہ علوم نسل انسانی میں منتقل ہوتے رہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا، آدمی کون ہیں تو آپ نے فرمایا "عالم" پھر پوچھا بادشاہ کون ہیں تو آپ نے فرمایا "زاہد" پھر پوچھا کمینے کون لوگ ہیں؟ فرمایا "دین کو فروخت کرنے والے"

معلوم ہوا کہ جو خاصہ انسان و چوپایوں میں تمیز کرتا ہے وہ علم ہے۔ انسان کو شرف علم کے سبب سے حاصل ہے۔ انسان کی شرافت نہ تو جسم کے زور کی وجہ سے ہے کیونکہ زور تو اونٹ میں زیادہ ہے، نہ ہی طویل القامت ہونے کی وجہ سے کیونکہ ہاتھی اس سے بڑا ہے، نہ ہی بہادری کی وجہ سے کہ درندے اس سے زیادہ بہادر ہیں، نہ ہی کھانے کے سبب سے کہ بیل کا پیٹ اس سے زیادہ بڑا ہے۔ نہ ہی صحبت کے سبب کہ چھوٹی سی چڑیا اس سے زیادہ بڑی ہے، بلکہ اسے شرافت و بزرگی علم کے سبب سے ہے

اور یہ اسی لئے پیدا کیا گیا۔ انسان کو ملائکہ پر شرف وفضیلت علم کی بدولت دی گئی۔ علم ایک نور ہے کہ جس کے سبب سے اللہ رب العزت نے صاحب علم کو غیر صاحب علم پر واضح الفاظ میں فضیلت عطا فرمائی ہے: قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون اے محبوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرمادیجئے! کیا عالم وجاہل برابر ہوسکتے ہیں؟

يرفع الله الذين امنوا منكم والذين اوتوا العلم درجٰت اللہ رب العزت ایمان والوں کے اور تم میں سے جنہیں علم دیا گیا، درجات بلند فرمائے گا

الغرض فضائل علم اظہر من الشمس ہیں اور کسی پر بھی مخفی نہیں یہ ایک ایسی لازوال دولت ہے کہ جس کا حصول وجہ امتیاز وفضیلت وسعادت دارین ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جو کوئی طالب علم، علم کے دروازے پر علم سیکھنے جاتا ہے اس کے لئے ہر قدم پر اللہ رب العالمین جنت میں شہر آباد کرتا ہے اور جس زمین پر وہ چلتا ہے وہ زمین اس کے لئے استغفار کرتی ہے۔ علم کے ان تمام تر فضائل میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہے جس طرح مرد احکام شرعیہ کے مکلف ہیں، اسی طرح عورتیں بھی مکلف ہیں۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس طرح مرد اپنا مقصد وجود رکھتا ہے۔ اسی طرح عورت کی تخلیق بھی ایک غایت ہے باعتبار تخلیق عورت بھی مرد کی طرح مکمل بنائی گئی اور بااعتبار اعمال انہیں اجر بھی برابر دیا جائے گا۔ اسی طرح سزا میں بھی برابری کا درجہ دیا گیا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ مرد وعورت کی تخلیقی بنیاد ایک ہے۔ تقویٰ وفلاح کا معیار جو مقرر کیا گیا ہے۔ اس میں صنف نازک بھی برابر کی شریک ہے اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ معاشرے کی فلاح وبگاڑ میں مرد کے ساتھ

ساتھ عورت کا بھی رول ہے۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہیں کہ ایک مرد کی تعلیم فقط ایک فرد کی تعلیم ہے جبکہ ایک لڑکی کی تعلیم پورے معاشرے کی تعلیم ہے۔ کیونکہ ماں کی گود ہی پہلی درس گاہ ہوتی ہے اگر وہ تعلیم یافتہ ہو گی تو معاشرے کو بہتر افراد مہیا کر سکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے ائمہ زمانہ ایام طفولیت سے ہی تقویٰ توکل، ورع وزہد، خشیت وانابت نظر آتے ہیں۔

مگر افسوس کہ ہمارے معاشرے میں دینی تعلیم کا بے حد فقدان ہے۔ اول ہمارے یہاں تعلیم نسواں کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ ثانیاً اگر تعلیم کے حصول کی اجازت دی جائے تو بھی فقط دنیاوی تعلیم تک محدود رکھا جاتا ہے۔ حالانکہ دینی و دنیاوی دونوں علوم انسان کی ذات کے لئے از حد ضروری ہیں۔ افسوس کہ والدین کی دینی حمیت و غیرت انہیں اس بات پر نہیں ابھارتی کہ ہماری اولاد صدقہ جاریہ ہو بروز قیامت وہ ہمارے لئے شافع ہو۔

تاریخ کے اوراق کھنگالنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلمان عورت اپنے ذوق علم کے سبب کبھی بھی مردوں سے پیچھے نہیں رہی بلکہ ایسی عظیم الشان خواتین کا تذکرہ ملتا ہے جو امور خانہ داری کے ساتھ ساتھ جملہ وفنون میں مہارت تامہ وکامل دسترس رکھتی تھیں۔ ایک مسلمان عورت ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر، عالمہ، مورخ شاعرہ، ادیبہ اور محقق سب کچھ ہو سکتی ہے۔

مشاہیر خواتین کے علمی کارناموں پر تاریخ شاہد عدل ہے کہ خواتین اس امت کے رجال پر بھی اپنی علمی وجاہت کے سبب فوقیت لے گئیں جس کی ابتداء امہات المومنین سے ہوتی ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بلند پایہ محدثہ دو ہزار دو سو احادیث طیبہ کی حافظہ اور ہزاروں صحابہ کبار علیہم الرضوان کی استاد بھی تھیں۔ دین کا تہائی حصہ انہیں کی بدولت امت تک پہنچا ہے۔ ام المومنین ام سلمہ

رضی اللہ عنہا سینکڑوں احادیث کی راویہ تھیں۔

- اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا 160 احادیث کی راویہ
- اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا 158 احادیث کی راویہ
- ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا 65 احادیث کی راویہ
- ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا 76 احادیث کی راویہ
- ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا 60 احادیث کی راویہ
- اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا 81 احادیث کی راویہ
- ام ہانی بنت ابن طالب رضی اللہ عنہا 46 احادیث کی روایہ
- ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا 30 احادیث کی راویہ
- فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا 34 احادیث کی راویہ تھیں۔

یہ تو چند اسمائے گرامی ہیں محدث خواتین کے جنہوں نے علم دین کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ اسی طرح خواتین میں تدریس کا آغاز بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہا سے ہی ہوا اس کے بعد تابعیات و درجہ بدرجہ خواتین کے علاوہ مرد علماء، فقہاء و صلحاء بھی ان سے علمی فیض حاصل کرتے رہے۔

اسی طرح نعیمیہ بنت علی، ام احمد زینب بنت مکی اور بہت سی دوسری خواتین نے اپنے وقت کے بڑے بڑے مدارس جیسے مدرسہ عزیزیہ میں رہ کر اپنی پوری زندگی علم حدیث کی خدمات میں گزار دی۔ ان کے شاگردوں میں مشہور جرنیل صلاح الدین کے بیٹے احمد بھی شامل ہیں۔ حکیم ترمذی اپنے حالات زندگی میں لکھتے ہیں۔ میں نے اپنے لڑکپن میں سات معلمات سے علم حدیث حاصل کیا۔

ابن قیم نے ایسی 22 صحابیات کی تصریح کی ہے جو فقہ و فتاویٰ میں مشہور تھیں۔ شیخ علاؤ الدین حنفی فقیہ مصنف تحفۃ الفقہاء کی صاحبزادی فاطمہ رحمتہ اللہ علیہا

جلیل القدر فقہیہ تھیں۔ ان کے شوہر شیخ علاؤ الدین کاسانی نے تحفۃ الفقہاء کی شرح البدائع الصنائع لکھی۔ شرح لکھنے کے دوران کوئی غلطی ہو جاتی تو وہ اس کی تصحیح کرواتیں فتاویٰ پر ان کے، ان کے والد و شوہر تینوں کی دستخط ہوا کرتے تھے۔

الغرض خواتین کے علمی کارنامے شرق سے غرب تک مشہور و معروف ہیں۔ ہر دور اور ہر صدی میں ایسی خواتین موجود رہی ہیں کہ جن کے علم و فضل کا چار دانگ عالم میں شہرہ رہا ہے اور مخلوق خدا ان سے فیض یاب و مستفیض ہوتی رہی ہے۔

آج ہمارے معاشرے کے ان والدین کو ان نفوس قدسیہ سے سبق حاصل کرتے ہوئے اپنی اولاد کو نت نئے فیشن کی حرص و ہوس سے دور کروا کر علم کی راہوں سے روشناس کروانا چاہئے تاکہ دنیا میں بھی سرخرو ہو سکیں اور آخرت میں رب لم یزل کے حضور حاضر ہونے کے لئے توشہ جمع کر سکیں۔ یاد رہے کہ مغربی تہذیب کا فرنگی فیشن ذریعہ نجات نہیں بلکہ یہ دنیا فانی و ناپائیدار ہے۔

آج کے عمل کا کل رب العالمین کے حضور میں جوابدہ ہونا ہے۔ کیا ہی بہترین توشہ آخرت ہم اولاد کی صورت میں صدقہ جاریہ بنائیں۔ اصل نجات میدان محشر میں سرخروئی کی صورت میں ہی ممکن ہے جن کی بنیاد فقط اعمال صالحہ ہیں۔

نہ دیکھ رشک سے تہذیب کی نمائش کو
کہ سارے پھول یہ کاغذ کہ ہیں خدا کی قسم
وہی ہے راہ تیرے عزم و شوق کی منزل
جہاں ہیں عائشہ و فاطمہ کے نقش قدم
تیری حیات ہے کردار رابعہ بصری
تیرے فسانے کا موضوع ہے عفت مریم

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ مزاح

غلام نبی مدنی

فنون لطیفہ (fine arts) جمالیاتی حس کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ یہ اصطلاح اٹھارویں صدی میں ایجاد ہوئی، جس کی پانچ قسمیں متعارف کروائی گئیں، موسیقی، مصوری، شاعری، سنگتراشی اور رقص۔ آج کل آرکٹیکس، شوبز، فلم انڈسٹری، اور بہت سی دوسری لہو و سرود کی چیزوں کو بھی فنون لطیفہ کا نام دیدیا گیا ہے۔ مختلف ملکوں میں ان چیزوں کے علاوہ مختلف چیزوں کو فنون لطیفہ میں شامل کیا جاتا ہے۔ جیسے فرانس میں کھانا پکانا بھی فنون لطیفہ میں شامل ہے۔

حقیقت حال کا مطالعہ کیا جائے تو فنون لطیفہ کوئی بری چیز نہیں، کیوں کہ جمالیاتی حس فطرتاً انسان میں ودیعت ہے۔ تو اللہ کی بنائے ہوئی حسین اور تفریح دینے والی چیزوں سے لطف اندوز ہونا فطرت کے عین مطابق ہے۔ اسلام بھی جمالیاتی حس کے اظہار کا حامی ہے۔ لیکن عصر حاضر میں فنون لطیفہ کو بلا حدود سمجھ کر واہیات اور خرافات کو جمالیاتی حس کے لطف اندوز ہونے کا ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے۔ ہمارے ہاں تو بعض میڈیائی پروگراموں کے نام پر روزانہ لوگوں کا مذاق اور تمسخر اڑایا جاتا ہے، جس سے اللہ نے بذات خود روکا ہے۔ پھر فنون لطیفہ میں ناچ ڈانس اور نہ جانے کیا کچھ شامل کر دیا گیا ہے، جس سے شریعت نے روکا ہے۔ اس لیے اگر فنون لطیفہ کی حدود اور قیود بنالی جائیں تو شاید تفریح طبع کا بہتر رواج پڑھ جائے۔ بلاشبہ ہمیں فنون لطیفہ کو رواج دینا چاہیے مگر فنون لطیفہ کی آڑ میں لوگوں کی تذلیل، ان کے کارٹونز، اور ناچ ڈانس کے نام پر اللہ سے جنگ نہیں کرنی چاہیے۔ افسوس کہ عمومی طور پر ہم غلط کو غلط کہنے سے بھی رک گئے اور مزاح کے نام پر اللہ کے حکموں کی پامالی کرنے لگے۔ خدا کے حکموں کی

پامالی کرتے کرتے ہم یہاں تک آن پہنچے کہ مسلم معاشرے میں فنون لطیفہ کے نام پر ڈانس، میوزک، شوبز وغیرہ کی باقاعدہ تعلیم دی جانے لگی۔

ذرا پڑھ کر دیکھئے کہ محبوب عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے اور کس قسم کا مزاح کیا کرتے تھے۔ فنون لطیفہ کا یہ اسوہ ہی ہمارے لیے بہترین اسوہ ہے۔

ایک مرتبہ بوڑھی عورت جنت کے بارے پوچھنے آئی کہ کیا وہ جنت میں جائی گی، ارشاد فرمایا بوڑھی جنت میں نہ جائی گی۔۔ بوڑھی اماں رونے لگی۔۔۔ فرمایا وہاں تو سب جوان ہوں گے بوڑھا تو کوئی نہ ہو گا تو وہ بوڑھی ہنس پڑی۔ ارشاد باری ہے "فجعلنھن ابکارا" (کہ ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے۔

(ترمذی)

ایک صحابی آتے ہیں کہ یارسول اللہ مجھے اونٹنی دیجئے اس پر سوار کیجئے۔ آپ کہتے ہیں ہم تو آپ کو اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے۔ پوچھا یارسول اللہ بھلا اونٹنی کے بچے پر بھی کوئی سواری کر سکتا ہے۔ ارشاد فرمایا جو سواری کے قابل اونٹ ہوتا وہ اونٹنی کا بچہ نہیں ہوتا کیا؟؟

(ابوداؤد واحمد)

خادم رسول اَنس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے پیار سے رسول اللہ دو کانوں والا کہہ کر پکارتے تھے۔

(ابوداؤد وترمذی)

ایک مرتبہ صحابہ کے ہاں مزاح کی مجلس چل رہی تھی آپ بھی تشریف فرما تھے۔ اسید کی کسی بات پر آپ نے عود کی ہلکی سی چھڑی اس کی کمر پر ہلکی سی ماری۔ اسید نے کہا رکیے رکیے مجھے بدلہ دیجئے۔ آپ نے فرمایا آیئے بدلہ لیجئے۔ اسید نے کہا قمیض اوپر کریں آپ نے مجھے بنا قمیض کا مارا تھا۔ رحمت عالم قمیض اٹھاتے ہیں ادھر اسید

جھپٹ کر کمر مبارک کو چومنے لگتا ہے کہ یارسول اللہ میرا مقصود تو بس یہی تھا کہ سرکار کے جسم کو چوم لوں۔

(ابوداؤد)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم لخت جگر سیدہ فاطمہ کے گھر جاتے ہیں۔ سیدنا علی المرتضی کا پوچھتے ہیں۔ کہا مجھ سے ناراض ہو کر مسجد جا کر سو گئے۔ آپ مسجد جاتے ہیں حضرت علی مٹی پر سوئے ہیں۔ کہا مٹی کے ابا اٹھیے گھر چلیے۔

(مسلم و بخاری)

رحمت عالم بازار میں جاتے ہیں محبت کرنے والے صحابی جو سرکار کو ہدیہ دیا کرتے تھے ان کی آنکھوں پر پیچھے سے جا کر ہاتھ رکھتے ہیں۔ اور پوچھتے ہیں کہ بتایئے کون ہے یہ؟ صحابی پوری توجہ آپ کی طرف کرتے ہیں اور پہنچان لیتے ہیں۔ ادھر آپ آواز لگاتے ہیں کہ کوئی ہے جو اس غلام کو خریدے۔ صحابی رسول کہتے ہیں مجھے بیچ کر خسارہ ہی خسارہ ہو گا آپ کو آپ نے فرمایا کیسی بات کرتے ہو اللہ کے ہاں آپ کی بہت قیمت ہے۔

حضرت صہیب آشوب چشم میں مبتلا ہیں سرکار عیادت کے لیے آتے ہیں۔ ادھر حضرت صہیب کھجوریں کھا رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ آشوب چشم میں کھجوریں کھا رہے ہو؟ حضرت صہیب نے کہا یارسول اللہ میں تو دوسری طرف (صحیح آنکھ جو آشوب چشم میں مبتلا نہیں ہے) سے کھا رہا ہوں۔ آپ ہنس پڑے۔

عوف الأشجعي تبوک میں آپ کے پاس دوران جنگ آتے ہیں آپ کسی چھوٹے سے گنبد نما جگہ میں کھڑے ہیں۔ عوف اجازت چاہتے ہیں یارسول اللہ میں بھی داخل ہو جاؤں۔ آپ نے کہا داخل ہو جاؤ۔ عوف نے کہا یارسول اللہ پورا یا آدھا؟ آپ نے کہا ارے پورے ہی داخل ہو جاؤ۔

درج بالا سیرت کے چند واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو اس امت بالخصوص مسلمانوں کے مقتدا اور رہبر ہیں کیسے اپنی جمالیاتی حس کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ایک مسلمان معاشرے کے لیے آپ ہی کا اسوہ لائق تقلید ہے۔اس لیے جمالیات پر خوش ہونا مزاح کرنا طبیعت کو ہشاش بشاش کرنا پسندیدہ امر ہے بھلے وہ فنون لطیفہ کے ذریعے ہو یا مشاعرہ وغیرہ کی محفلوں کے ذریعے۔اللہ قرآن میں جابجا ہرے بھرے کھیتوں باغوں سرسبز وآداب وادیوں نہروں، پھلوں سے لدے باغیچوں،رنگ برنگے جانوروں جیسی جمالیاتی چیزوں کو نعمت قرار دے کر شکریہ کا حکم دیا ہے۔

یہی نہیں اللہ کے محبوب نے یہاں تک فرمایا کہ اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔اس لیے ہمیں ضرور اپنی جمالیاتی حس کا اظہار کرنا چاہیے کیوں کہ درشتی عموما انسان کو سخت بنادیتی ہے۔لیکن اس خوبصورتی، تفریح طبع اور فنون لطیفہ کے نام پر جھوٹ بولنا دوسروں کا مذاق اڑانا دوسروں کی غیبت کرنا،ان کی تذلیل کرنا،ان کے عیب ٹٹولنا، نیم عریاں ہو کر رقص کرنا،اسلام کے احکامات کو پاؤں تلے روندنے ایسی واہیات اور خرافات کے خلاف آواز بلند کرنی چاہیے۔

میڈیا پر سیاسی شخصیات ہوں یا مذہبی شخصیات جو بھی کارٹونز یا خاکہ جات وغیرہ کے ذریعے ان کی تذلیل کرے اور اسے فنون لطیفہ کا نام دے ہر آدمی کو اس عمل کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے۔ حکومت کو سائبر کرام بل میں ہتک عزت اور فنون لطیفہ کے نام پر خرافات کو پرموٹ کرنے والے لوگوں کے خلاف ایکشن کی دفعہ بھی شامل کرنی چاہیے۔بحیثیت مسلمان ہونے کے ہر کسی کا یہ مذہبی فریضہ ہے کہ وہ اس عمل کے خلاف اپنے طور پر کوشش کرے۔بلکہ پوری قوم کی یہ اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ مزاح کے نام پر دوسروں کی تذلیل کرنے والوں کے خلاف آواز بلند کرے۔

کیا آپ جنت جانا چاہتے ہیں؟؟ تو آیئے!!

اہلیہ مفتی شبیر احمد

جنت بہت ہی عیش وآرام کی جگہ ہے۔ بے شمار بیش بہا نعمتوں سے بھری ہوئی ہے۔ وہاں اہل جنت کی ہر آرزو اور بڑی سے بڑی خواہش پوری ہو گی۔ ہر پسندیدہ چیز بلا کسی محنت ومشقت انہیں میسر ہو گی۔ جنت میں اہل ایمان کی خوشی وآرام کے لیے کیا کیا نعمتیں مہیا ہیں، ان کا صحیح اور مکمل تصور انسان کے بس سے باہر ہے۔ جنت اہل ایمان کی آخری منزل ہے جس میں جانے کے بعد یہ لوگ دنیا کی مشکلات ومصائب کو یکسر بھول جائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ شخص جو دنیا کی پوری زندگی میں انتہائی سخت قسم کی آزمائشوں کا شکار رہا وہ بھی جنت کی نعمتیں پانے بعد انہیں بالکل ہی بھول جائے گا۔

کتاب وسنت میں جابجا ایسے نیک لوگوں کا ذکر ہے جن کو ان کے نیک اعمال کے بدلے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ان کی فہرست کافی طویل ہے کیوں ایسے بہت سے اعمال ہیں جن کی انجام دہی پر جنت کی واضح بشارت موجود ہے۔ ذیل میں منتخب احادیث کے حوالوں سے ایسے ہی بعض نیک لوگوں کا بیان کیا جارہا ہے جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے بصراحت فرمایا ہے یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور ظاہر ہے آج بھی ان کے نقش قدم پر چلنے والا ہر مسلمان جنتی ہو گا۔ مقصود یہ ہے ان کے اعمال وخصائل کو نمونہ بنایا جائے اور اپنے کردار میں انہیں لایا جائے تاکہ آخرت میں جنت میں داخلہ نصیب ہو۔

نمازوں کی پابندی کرنے والے:

میدان محشر میں سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ نماز دراصل عبادت

کا سب سے پہلا اور بڑا مظہر ہے۔ اہل ایمان کا وہ نیک عمل ہے جو انہیں جنت میں داخل کرے گا۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک صحابی نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھ کو جنت سے قریب اور جہنم سے دور کر دے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔ جب وہ صحابیؓ چلے گئیے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن باتوں کا اسے حکم دیا گیا ہے اس نے اگر ان پر عمل کیا تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔

(مسلم، کتاب الایمان باب بیان الایمان الذی یدخل الجنۃ)

اس حدیث میں نماز کے ساتھ اللہ کی بندگی کرنے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے، زکوٰۃ دینے اور بالخصوص رشتہ داروں سے تعلقات استوار رکھنے پر جنت میں داخل ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔

سنتوں کی پابندی کرنے والے:

حدیث میں آیا ہے کہ فرض نمازوں کے ساتھ سنن نمازوں کی پابندی خاص طور سے سنتوں کی پابندی کرنے والے لوگ جنت میں جائیں گے۔ رسول اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو شخص روزانہ اللہ کی رضا کے لیے فرض نمازوں کے علاوہ بارہ رکعت نوافل ادا کرتا ہے اللہ تعالی اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے۔

(مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب فضل السنن الراتبۃ)

ترمذی کی حدیث میں ان بارہ رکعتوں کی تفصیل ملتی ہے۔ نماز فجر سے قبل دو رکعت، نماز ظہر سے قبل چار رکعت اور بعد میں دو رکعت، نماز مغرب کے بعد

دو رکعت اور نماز عشاء کے بعد دو رکعت، ان سنتوں کی مستقل پابندی کرنے والا شخص جنت میں جائے گا۔

(جامع ترمذی)

نماز تہجد پڑھنے والے:

فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل تہجد کی نماز ہے جو اللہ کو ہر درجہ محبوب ہے۔ اس کی پابندی کرنے والے جنت میں داخل ہوں گے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایسے محل ہیں جن کے اندر (کھڑے ہوں) تو باہر کی ہر چیز نظر آتی ہے اور باہر (کھڑے ہوں) تو اندر کی ہر چیز نظر آتی ہے۔ ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ! یہ کس آدمی کے لیے ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے لیے جو نرم انداز میں بات کرے، کھانا کھلائے بکثرت روزے رکھے اور جب لوگ مزے کی نیند سو رہے ہوں وہ اٹھ کر نماز پڑھے۔

(ترمذی ابواب الجنۃ باب ماجاء فی صفۃ غرف الجنۃ 2/2051)

بچیوں کی پرورش کرنے والا:

اسلام میں بچیوں کی تعلیم و تربیت کرنے کی ترغیب ہے اور اسے ثواب کا کام بتایا گیا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دو لڑکیوں کو ان کے جوان ہونے تک پالا پوسا، قیامت کے دن وہ اور میں اس طرح آئیں گے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو آپس میں ملایا۔

(مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل الاحسان الی البنات)

شوہر کی اطاعت گزار خاتون:

متعدد احادیث میں اس بات کی ہدایت کی گئی ہے کہ بیوی اپنے شوہر کا خاص

خیال رکھے، اس کی اطاعت کرے، اس کی باتیں مانے، اس کی خدمت کرے، اسے خوش رکھے اور اس کے مال میں خیانت نہ کرے۔ درج ذیل حدیث میں یہی بات کہی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: جو عورت پنج وقتہ نمازیں ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو قیامت کے روز اس سے کہا جائے گا جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس سے چاہو تم داخل ہو جاؤ۔

نماز روزے کی پابندی کرلیں، اپنی عصمت وعفت کی حفاظت کرلیں اور شوہر کی خدمت واطاعت کرتی رہیں اوران کی نافرمانی سے بچیں تو جنت کا ہر دروازہ ان کے لیے کھلا ہو گا جس سے بھی چاہیں وہ جنت میں جاسکیں گی۔

یتیم کی کفالت کرنے والا:

یتیم بالکل بے سہارا ہوتا ہے اور توجہ و سرپرستی کا بہت محتاج ہوتا ہے۔ اسلام نے اعزہ واقربا کو اس کی پرورش اور کفالت پر ابھارا ہے اور اس کے بدلے جنت کی خوش خبری دی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یتیم کی کفالت کرنے والا خواہ وہ یتیم اس کا رشتہ دار ہو یا کوئی اور ہو، وہ اور میں ان دونوں انگلیوں (شہادت اور درمیان والی) کی طرح ساتھ ساتھ ہوں گے۔

(مسلم کتاب الزہد باب فضل الحسان الی الارملۃ والمسکین والیتیم)

زبان کی حفاظت کرنے والے:

اسلام نے ہمیشہ سچ بولنے کی تاکید کی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب بولنا ہو تو بھلائی کی بات کہی جائے ورنہ خاموش ہی رہا جائے۔ زبان کی حفاظت انتہائی ضروری ہے۔ بہت ساری برائیاں زبان ہی کی بے احتیاطی سے سرزد ہوتی ہیں مثلاً

جھوٹ بولنا، گالی بکنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا، جھوٹی قسم کھانا، تہمت لگانا، برے القاب سے پکارنا وغیرہ۔ اس لیے زبان کی حفاظت پر کافی زور دیا گیا ہے زبان کی حفاظت کرنے والوں کو جنتی کہا گیا ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھے دو چیزوں کی (زبان اور شرم گاہ) کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (بخاری کتاب الرقاق باب حفظ اللسان)

پڑوسی سے حسن سلوک کرنے والے:

احادیث میں پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی بہت تاکید آئی ہے۔ اس کے حقوق کا خیال رکھنا، دکھ درد میں ساتھ دینا، خوشی میں شریک کرنا، کھانے پر بلانا، اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر کی حفاظت کرنا، غرض اس سے تعلقات اچھے رکھے جائیں تو اس عمل پر جنت کی بشارت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! فلاں عورت دن کو روزے رکھتی ہے، رات کو تہجد پڑھتی ہے، لیکن پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ عورت جہنمی ہے۔ پھر صحابہ کرامؓ نے ایک دوسری عورت کے بارے میں عرض کیا فلاں عورت صرف فرض نماز ادا کرتی ہے اور پنیر کے ٹکڑے صدقہ کرتی ہے، لیکن پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ عورت جنتی ہے۔

(تمام المنۃ ببیان الخصال الموجبۃ بالجنۃ حدیث 136)

کثرت سے سلام کرنے والے:

جنت میں داخل ہونے والوں میں وہ لوگ بھی شامل ہوں گے جو کثرت سے ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔ ملنے والا چھوٹا ہو یا بڑا وہ سلام کرنے میں کوئی عار یا

جھجک محسوس نہیں کرتے بلکہ خود ہی پہل کرتے ہیں۔ سلام دراصل دعا ہے اور باہم تعلقات اچھے ہونے کی علامت ہے۔ کثرت سلام اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والے نہیں ہیں، ایسے لوگ جنتی ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو سلام کو عام کرو یعنی کثرت سے سلام کیا کرو، لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور جب دوسرے لوگ سو رہے ہوں تو نماز پڑھو ان اعمال کے نتیجے میں سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

سات قسم کے لوگ:

ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ سات قسم کے لوگ میدان محشر میں عرش الٰہی کے سایے میں جگہ پائیں گے اور ظاہر ہے یہ سب جنتی ہی ہوں گے۔ حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس روز کوئی سایہ نہ ہو گا اس روز اللہ تعالیٰ سات قسم کے لوگوں کو اپنے عرش کے سایے میں جگہ دے گا۔

1۔ عدل وانصاف کرنے والا خلیفہ اور حاکم 2۔ اللہ کی عبادت میں مشغول رہنے والا نوجوان 3۔ وہ شخص جس کا دل مسجد سے نکلنے بعد بھی اگلی نماز کے لیے مسجد سے اٹکا رہتا ہے۔ 4۔ اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے اور اللہ ہی کے لیے ایک دوسرے سے دشمنی کرنے والے۔ 5۔ وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا ہو اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

6۔ وہ شخص جسے اچھے حسب ونسب والی عورت بدکاری کی دعوت دے اور وہ یہ کہہ کر انکار کر دے" میں اللہ سے ڈرتا ہوں"

7۔ وہ شخص جس نے صدقہ اس طرح چھپا کر دیا کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے دائیں ہاتھ نے کیا صدقہ کیا۔ (ترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی حب اللہ)

وقت انسانی زندگی کا عظیم سرمایہ

مفتی محمد صادق حسین

انسان دنیا میں چند دن کے لئے آیا ہے، یہاں اس کا ٹھکانہ عارضی ہے، انسانی زندگی خود اس کی بے ثباتی اور ناپائیداری کو بتاتی ہے، دنیا میں پیدا ہونے والا ہر بچہ اس بات کا ثبوت ہے اسے کل مرنا ہے۔ موت سے کسی کو رست گاری نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے اس عارضی دنیا میں انسان کو نیکیاں کمانے اور اجر وثواب کو جمع کرنے کے لئے بھیجا ہے، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دنیا سے وہی لوگ کامیاب ہو کر جاتے ہیں جو وقت کی قدر کرنے والے ہوتے ہیں، اور جنہیں ایک ایک لمحہ کا احساس ہو گا اور کل پروردگارِ عالم کے سامنے حاضری کی فکر لاحق ہو گی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے اس حقیقت کو مختلف انداز میں اجاگر کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مبارکہ میں اس کی اہمیت کو خوب بیان فرمایا ہے۔ تاکہ انسان کسی لمحہ غافل ہو کر جینے والا نہ بنے اور لاپرواہی کا شکار ہو کر مقصدِ اصلی کو فراموش نہ کر بیٹھے۔ انسان کی زندگی کے مختلف مراحل کو اللہ تعالی نے بیان فرمایا: ارشاد ہے: اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب و لھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال و الاولاد کمثل غیث اعجب الکفار ثم یھیج فترہ مصفرا ثم یکون حطاما وفی الاخرۃ عذاب شدید ومغفرۃ من اللہ و رضوان وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور۔

(سورۃ الحدید:20)

خوب سمجھ لو کہ اس دنیا والی زندگی کی حقیقت بس یہ ہے کہ وہ نام ہے کھیل کود کا، ظاہری سجاوٹ کا، تمہارے ایک دوسرے پر فخر جتانے کا، اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنے کا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش

جس سے اگنے والی چیزیں کسانوں کو بہت اچھی لگتی ہیں، پھر وہ اپنا زور دکھاتی ہے، پھر تم اُس کو دیکھتے ہو کہ زرد پڑ گئی ہے، پھر چورا چورا ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں (ایک تو) سخت عذاب ہے اور (دوسرے) اللہ کی طرف سے بخشش ہے، اور خوشنودی، اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اللہ تعالی نے انسانی زندگی کے مختلف مراحل کو ذکر فرمایا کہ انسان کن کن مرحلوں سے گذر کر انتہا کو پہنچتا ہے، آخر انجام کے اعتبار سے اس کو اس دنیا سے کوچ کرنا ہے اور فانی جہاں کو چھوڑ کر ابد الآباد دنیا کی طرف جانا ہے۔ وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آیا کہ یہاں کہ رنگینوں میں مست ہو جائے اور آخرت کو فراموش کر دے، یہاں کی عارضی چمک دمک اس کو اپنی حقیقی منزل سے غافل کرنے والی نہ بنے، اور وہ فنا ہونے والی زندگی میں مصروف ہو کر لافانی زندگی کو بھول نہ جائے۔ انسانی کی زندگی بچپن سے شروع ہو کر بڑھاپے پر ختم ہو جاتی ہے اس درمیان انسان کن چیزوں میں گم اور کھویا ہوا رہتا ہے اس کو اللہ تعالی نے مذکورہ آیت میں بیان فرمایا اور اس کے لئے کسان اور کاشتکار کی مثال بھی بیان کی ہے جس طرح کھیتی اور سبزی ابتدائی مرحلے میں بڑی خوش نما نظر آتی ہے لیکن رفتہ رفتہ وہ بھی زرد پڑ جاتی ہے اسی طرح انسانی زندگی بھی شروع میں بڑی حسین و طاقت ور دکھائی دیتی ہے لیکن آخر کار بڑھاپا طاقت و قوت، شوکت و شباب اور بہاروں کو ختم کر دیتا ہے یہاں تک انسان مر کر مٹی ہو جاتا ہے۔

اور آخر میں منزل مقصود کی طرف متوجہ کیا کہ اصل دوڑ دھوپ اور محنت و کوشش آخرت کے لئے ہونی چاہیے۔ ایک جگہ دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد انسان کی بے قراری اور وہاں سے راہِ فراری کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: **وھم یصطرخون فیھا ربنا اخرجنا نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل اولم نعمرکم مایتذکر**

فیہ من تذکر وجاءکم النذیر فذوقوا فما للظلمین من نصیر۔

(سورۃ الفاطر:37)

اور وہ دوزخ میں چیخ و پکار کریں گے کہ: اے ہمارے پروردگار! ہمیں باہر نکال دے تاکہ ہم جو کام پہلے کیا کرتے تھے، انہیں چھوڑ کر نیک عمل کریں۔ (ان سے جواب میں کہا جائے گا کہ) بھلا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جس کسی کو اس میں سوچنا سمجھنا ہوتا وہ سمجھ لیتا؟ اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا بھی آیا تھا۔ انسان کو اوسطا اتنی عمر دی جاتی ہے، وہ اتنی طویل ہوتی ہے، اور اس میں انسان اتنے مختلف مراحل سے گزرتا ہے کہ اگر وہ واقعی حق تک پہنچنا چاہے تو پہنچ سکتا ہے۔

(توضیح القرآن:3/1344)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:لاتزال قدما ابن اٰدم یوم القیامۃ عند ربہ حتی یسال عن خمس:عن عمرہ فیما افناہ، وعن شبابہ فیما ابلاہ، وعن مالہ من این اکتسبہ، وفیما انفقہ، وماذا عمل فیما علم۔

(ترمذی:حدیث نمبر؛2353)

قیامت کے دن اللہ تعالی کے دربار میں بنی آدم کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے جب تک کہ پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کیا جائے گا:

(1)اس کی عمر کے متعلق کہ اپنی عمر کو کہاں فنا کیا؟

(2)اس کی جوانی کے بارے میں کہ اس کو کس چیز میں گنوایا؟

(3)اس کے مال کے متعلق کہ کہاں سے کمایا؟

(4)مال کہاں خرچ کیا

(5)اور علم کے بارے میں کہ جو علم اس کو حاصل تھا اس پر کہاں تک عمل کیا؟

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اغتنم خمسا قبل خمس : شبابك قبل هرمك ، وصحتك قبل مرضك،وغناك قبل فقرك ، وفراغك قبل شغلك،وحياتك موتك۔

(المستدرک: حدیث نمبر؛7914)

کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔(1)اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔(2)اپنی صحت کو بیماری سے پہلے۔(3)اپنی مالداری کو فقر سے پہلے (4)اپنے خالی اوقات کو مشغولیت سے پہلے (5)اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس: الصحة، والفراغ۔

(صحیح بخاری: حدیث نمبر؛5960)

دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکے کا شکار ہیں ایک صحت اور دوسری فراغت۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حیثیتوں سے وقت کی اہمیت اور قدر و منزلت کو بیان فرمایا اور اسے عظیم سرمایۂ حیات قرار دیا۔

انسان کی دین و دنیا کی کامیابی اور بھلائی وقت کے صحیح استعمال ہی میں مضمر ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف میں وقت کی قدر کا غیر معمولی اہتمام تھا،وہ زندگی کے لمحہ لمحہ کی قدر کرتے تھے اور نہایت تول تول کر وقت کو خرچ کیا کرتے تھے،اپنی زندگی کے اوقات کو فضول اور لایعنی مشاغل میں ضائع کرنے کے وہ عادی نہیں تھے بلکہ ہر لمحہ کو اپنی زندگی کا قیمتی لمحہ سمجھ کر اس کی حفاظت کرتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے : الايام صحائف اعمارکم ، فخلدوها صالح اعمالکم۔ کہ یہ ایام تمہاری عمروں کے صحیفے ہیں،اچھے اعمال کے ذریعہ ان کو دوام بخشو۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میں اس دن سے زیادہ کسی چیز پر نادم نہیں ہوتا جو میری عمر سے کم ہو جائے اور اس میں میرے عمل کا اضافہ نہ ہو سکے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: دن رات کی گردش آپ کی عمر کو کم کر رہی ہے تو آپ عمل میں سستی کیوں کرتے ہیں۔ جو قومیں وقت کو ضائع کرتی ہیں وقت انہیں ضائع کر دیتا ہے۔ ایسی قوموں کا انجام غلامی ہوتا ہے، دین و دنیا کا خسارہ ان کا مقدر ہوتا ہے۔

(وقت کی قدر:18)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ میں نے صوفیا کی صحبت اختیار کی؛ دو باتوں نے مجھے فائدہ پہنچایا: ایک یہ کہ وقت ایک کاٹنے والی تلوار کی طرح ہے، اگر تم اس کو نہیں کاٹو گے وہ تمہیں کاٹ دے گا، دوسری یہ ہے کہ: اپنے آپ کو حق کے ساتھ مشغول رکھو ورنہ باطل تم کو مشغول کر دے گا۔ حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے بارے میں ہے کہ: وہ راتوں کو بہت کم سویا کرتے تھے، کتابیں پاس رکھ کر رات بھر مراجعت اور مطالعہ فرماتے رہتے۔

عامر بن قیس رحمہ اللہ ایک زاہد تابعی تھے، ایک شخص نے ان سے کہا کہ: آؤ بیٹھ کر باتیں کریں۔ انہوں نے جواب دیا کہ: تم سورج کو بھی ٹھہرالو۔ یعنی زمانہ تو متحرک رہتا ہے اور گزرا ہوا زمانہ واپس نہیں آتا، اس لئے ہمیں اپنے کام سے غرض رکھنی چاہیے اور بے کار باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

فتح بن خاقان خلیفہ عباسی المتوکل کے وزیر تھے، وہ اپنی آستین میں کوئی نہ کوئی کتاب رکھتے تھے اور جب سرکاری کاموں سے ذرا فرصت انہیں ملتی تو آستین سے کتاب نکال کر پڑھنے لگ جاتے۔

علامہ ابن رشد رحمہ اللہ کے بارے میں ہے کہ: وہ اپنی شعوری زندگی میں صرف دوراتوں کو مطالعہ نہیں کر سکے۔ جاحظ کے بارے میں ہے کہ: وہ کتاب فروشوں کی دکانیں کرایہ پر لے لیتے اور ساری رات کتابیں پڑھتے رہتے۔

ماضی قریب میں ایسے علم کے شیدائی اور وقت کے قدر دان گزرے ہیں کہ جن کی زندگیاں مثالی اور شب و روز روشن و تابناک ہیں جو بلاشبہ آج مملکت علم کے فرماں روابن کر دلوں پر حکومت کر رہے ہیں اور جن کے فیوض سے ایک دنیا سیر اب ہو رہی ہے۔

جن میں صرف ایک شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کا تذکرہ ملاحظہ کیجیے، وہ فرماتے ہیں: اس ناکارہ کا معمول 1335ھ سے ایک وقت کھانے کا ہو گیا تھا۔۔۔ رات کو کھانے میں مطالعہ کا حرج ہوتا نیند بھی جلد آتی تھی، پانی بھی زیادہ پیا جاتا تھا۔ ابتداء میری ایک چھوٹی بہن کھانا لے کر اوپر میری کوٹھری میں پہنچ جاتی تھی اور لقمہ بنا کر میرے منہ میں دیتی تھی اور دیکھتی رہتی تھی کہ جب منہ بند ہو جاتا تو دوسرا لقمہ دے دیا کرتی تھی، اس ناکارہ کو التفات بھی نہیں ہوتا تھا کہ کیا کھلایا ایک دوسال بعد اس کو بھی بند کر دیا، اس زمانے میں بھوک تو خوب لگتی مگر حرج کا اثر بھوک پر غالب تھا۔ (متاعِ وقت)

بہر حال انسان اگر آخرت کی زندگی کو کامیاب بنانا چاہتا ہے وہ اپنی زندگی کے مقاصد کو متعین کرے اور اس کو اسی اصول کے مطابق گزارے، وقت کی قدر پر صرف آخرت کی کامیابی ہی منحصر نہیں ہے۔ بلکہ دنیا کی تاریخ میں جتنے بڑے اور قابل ولائق انسان بنے ہیں وہ تمام وقت کے نہایت قدر دان تھے، وہ بڑی نزاکت اور احتیاط کے ساتھ اپنے اوقات کو استعمال کرنے والے تھے، ان کی کامیابیاں اور دنیوی ترقیاں دراصل ان کی شبانہ روز محنتوں کا نتیجہ تھا، جتنے اللہ کے برگزیدہ اور نیک بندے گزرے

ہیں وہ بھی اوقاتِ زندگی کو غنیمت جاننے والے تھے اور اس کی بھرپور رعایت کرتے ہوئے ہر لمحۂ زندگی کی حفاظت کیا کرتے تھے۔

آج جن کی کتابیں اور قیمتی تحریریں ہمارے لئے سرمایۂ فخر بنیں ہوئی ہیں اور بڑی عزت و احترام کے ساتھ جن کا نام لیا جاتا ہے وہ بھی وقت کے بہت بڑے قدر دان تھے۔ کامیاب زندگی کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کے وقت کی قدر و منزلت کا احساس دل میں نہ پیدا ہو جائے۔

اور یہ بھی ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے کہ اس وقت مسلمان وقت کی بہت ہی زیادہ ناقدری کرنے والے ہیں، ان کے یہاں بظاہر ایسا لگتا ہے کہ وقت کی کوئی اہمیت اور قدر ہی نہیں ہے۔

تضیع اوقات کے مختلف بہانے ڈھونڈ رکھیں ہیں، تفریح اور دل لگی کے عنوان پر زندگی کے قیمتی لمحات کو بڑی بے دردی سے پامال کیا جاتا ہے، دعوتوں اور تقریبوں میں دل کھول کر وقت کا ضیاع ہوتا ہے اور نوجوانوں کی صورت حال تو انتہائی تکلیف دہ ہے کہ جن کے پاس کوئی منصوبہ بندی نہیں اور مستقبل کا کوئی لائحہ عمل بھی نہیں، صبح و شام بے پرواہی میں اور دن و رات فضول مشغلوں میں گزارتے گزارتے اتنے عادی ہو چکے ہیں کہ مہینوں کے گزرنے پر بھی احساسِ زیاں پیدا نہیں ہوتا اور زندگی کی قدر معلوم نہیں ہوتی۔

دنیا کی کامیابی، اور آخرت کی سربلندی اگر مقصود ہے تو بھی وقت کی قدر و عظمت کا ہونا نہایت ضروری ہے اور اس کا صحیح استعمال کرنے کا طریقہ آنا بھی ناگزیر ہے۔ ماں باپ کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کے ذہن و دل میں وقت کی قدر کا جذبہ پیدا کرے اور ضیاعِ وقت کے طریقوں سے انہیں محفوظ رکھے۔ تاکہ ان کی یہ اولاد دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود

جب افریقہ کے جنگلات میں آفتابِ اسلام نے کرنیں بکھیریں

مولانا محمد کلیم اللہ حنفی

قیروان..... مغربی افریقہ کا مشہور شہر ہے، کافی عرصہ تک اسے افریقہ کا دارالسلطنت اور گورنر افریقہ کی قیام گاہ ہونے کا شرف حاصل رہا ہے۔ 50ھ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس کی بنیاد رکھی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عقبہ بن نافع فہری رحمہ اللہ کو افریقہ کا عامل مقرر کیا۔ یہاں "بَربَر" قوم آباد تھی، ان میں سے اکثر قبائل حضرت عقبہ بن نافع رحمہ اللہ کے ہاتھ پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اور ان کے ساتھ افریقی ممالک کی فتح میں شریک رہے۔ افریقی ممالک فتح ہو جاتے لیکن چونکہ وہاں لشکر اسلامی کی مستقل چھاؤنی نہیں تھی اس لیے جب امیر لشکر واپس جاتا تو "بَربَر" قوم اپنے عہد و پیمان توڑ ڈالتی اور دشمنان اسلام کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو سخت نقصان دیتی۔

حضرت عقبہ بن نافع رحمہ اللہ نے یہاں حفاظتی نقطہ نظر کے پیش نظر چھاؤنی بنانے کا ارادہ کیا لیکن اس کے لیے جس جگہ کا انتخاب فرمایا وہ دَلدَل اور گُنجان جنگل تھا۔ انسان تو درکنار وہاں سے جانور حتی کہ سانپوں کو بھی مشکلات کے ساتھ درختوں سے ہو کر نکلنا پڑتا تھا۔ امیر لشکر حضرت عقبہ بن نافع رحمہ اللہ کے ہمراہ 18 جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے انہیں ساتھ لیا اور اس جنگل میں لے آئے۔ جسے فوجی چھاؤنی بنانا چاہتے تھے۔ وہاں آپ رحمہ اللہ نے یوں اعلان کیا کہ "یاایتھا الحشرات والسباع نحن اصحاب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فارحلوا فانا نازلون فمن وجدناہ بعد قتلناہ۔ اے موذی درندو اور جانورو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام یہاں آباد ہونا چاہتے ہیں لہٰذا تم سب یہاں سے چلے جاؤ۔ اگر اس اعلان کے بعد تم میں سے کوئی یہاں ہمیں نظر آگیا تو ہم اسے مار ڈالیں گے۔"

نامعلوم اس اعلان میں کیا تاثیر تھی کہ درندوں اور جانوروں میں ہلچل مچ گئی۔ جانوروں کے گروہ در گروہ یہاں سے نکلنے لگے، چنانچہ چشم فلک نے یہ نظارہ کیا کہ شیر، بھیڑیے اپنے بچوں کو اٹھائے، سانپ اپنے سنپولیوں کو چمٹائے جنگل خالی کر رہے تھے۔ "بَربَر" قوم جو اس خوفناک جنگل سے اچھی طرح واقف تھی یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ اسلام کی یہ روشن دلیل ان کی آنکھوں کے راستے دل میں اتر رہی تھی چنانچہ ہزارہا "بَربَر" اسی موقع پر دولت ایمان سے مالامال ہوئے۔

حیاتیات اور طبقات الارض کے ماہرین انگشت بدنداں تھے کہ آخر عقبہ بن نافع رحمہ اللہ کے اعلان میں یہ تاثیر کہاں سے پیدا ہوئی جس نے درندوں اور موذی جانوروں کو اطاعت پر آمادہ ہی نہیں بلکہ مجبور کر ڈالا گویا۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

جب سارے جنگلی جانور جنگل خالی کر کے اپنی منزل کو سدھار گئیے تو مسلمانوں نے وہاں دارالامارت قائم کیا، اس کے ارد گرد لوگوں نے مکانات تعمیر کیے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عقبہ بن نافع رحمہ اللہ جامع مسجد کی بنیاد ڈالی، لیکن سمت قبلہ کے بارے کافی متردد تھے۔ کچھ عرصہ تک مسلمانوں نے نماز کی ادائیگی کے لیے تحری (غالب سوچ وبچار) سے کام لیا۔ ایک شب آپ رحمہ اللہ اس بارے فکر مند بیٹھے تھے

کہ یکایک آپ کو ایک آواز سنائی دی: ”کل صبح تم مسجد میں داخل ہونا تو تم کو تکبیر کی آواز سنائی دے گی تم اس طرف کو چلے جانا جس سمت اور جگہ پر یہ آواز ختم ہو وہاں پر نشان لگانا اور قبلہ کی دیوار قائم کرنا وہ سمت قبلہ اور دیوار قبلہ ہو گی۔“ چنانچہ ایسا ہی ہوا، سمت قبلہ کو متعین کر کے قیروان کی تمام مساجد کو اسی کے مطابق بنایا گیا۔

حضرت عقبہ بن نافع رحمہ اللہ کا گزر ایک مرتبہ ایسے افریقی علاقے سے ہوا جہاں دور دور تک پانی کا نام و نشان نہیں تھا، لشکر اسلامی کو شدت پیاس نے نڈھال کر رکھا تھا، مسلمان جان بلب تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے رجوع الی اللہ کیا اور گڑگڑا کر دعائیں مانگیں۔ ابھی آپ دعا سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ آپ کے گھوڑے نے سُم سے زمین کو کریدنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں سے ایک سفید پتھر بر آمد ہوا، جس سے پانی نکلنا شروع ہو گیا۔ حضرت عقبہ بن نافع رحمہ اللہ نے بلند آواز سے اپنے ساتھیوں کو پکارا لوگ دوڑتے ہوئے آئے، خود بھی پیٹ بھر کر سیر اب ہوئے، اپنی سواریوں کو بھی پانی پلایا اور ایک گڑھا کھود کر پانی جمع کر لیا۔ جس جگہ یہ پتھر ظاہر ہوا جس سے پانی نکلا وہ جگہ ”ماء الفرس“ کے نام سے منسوب ہے۔

حوالہ جات:

فتح قیروان کا ذکر: اسد الغابہ امام ابن اثیر ج 3 ص 420 تحت عقبہ بن نافع فہری، تاریخ خلیفہ از ابن خیاط ج 1 ص 190 ، تاریخ ابن عساکر ج 11 ص 719

قیروان کی آبادکاری اور جانوروں کا جنگل خالی کرنا: البیان المُغرب از ابن عذاری مراکشی : البدایہ والنہایہ از امام ابن کثیر ج 3 ص 45 ، فتوح البلدان ص 263، تاریخ ابن عساکر ج 11 ص 716

قیروان کی مسجد کا تعین اور سمت قبلہ: فتوح البلدان ص 238 از امام بلاذری

ماء الفرس کا واقعہ: الکامل فی التاریخ ج ۶، ص ۴۵۱، 2: معجم البلدان تذکرہ قیروان ، :اشاعت اسلام از مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی دیوبندی رحمہ اللہ

تعفن زدہ ماحول اور ہمارا معاشرہ

ڈاکٹر محمد جاوید

عام کہاوت ہے کہ صحت مند جسم، صحت مند دماغ پیدا کرتا ہے اور صحت مند دماغ صحت مند قوم پیدا کرتے ہیں، اور صحت مند قوم ہی سماجی و سیاسی انقلابات پیدا کرتی ہے، تاریخ میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جسمانی اور فکری طور پہ بیمار قوم نے عظمت و عروج حاصل کیا ہو۔ لہٰذا صحت مند جسم بنانے اور صحت مند قوم بننے کے لئے صاف ستھرا ماحول اور صاف ستھری فضا درکار ہوتی ہے۔ دنیا بھر میں تہذیب یافتہ معاشروں میں اور غیر تہذیب یافتہ معاشروں میں ایک بنیادی فرق جو پہلی نظر میں سمجھ میں آتا ہے وہ ''صفائی'' اور ''گندگی'' کا ہے۔

جو قوم اپنے گلی کوچوں، سڑکوں، پارکوں، اداروں اور پورے ماحول کو ہمہ وقت صاف ستھرا رکھتی ہے اس سے اس کے تہذیب یافتہ ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ جب کہ اس کے مقابلے میں تعفن زدہ ماحول اور گندگی پھیلانے اور اس میں زندگی بسر کرنے والی قوم کو کبھی بھی تہذیب یافتہ نہیں کہا جاسکتا۔

لیکن بد قسمتی سے اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ اس وقت ہمارا شمار مؤخر الذکر قوم میں ہوتا ہے، ہمارے شہر، سڑکیں، گلیاں، محلے، پارک چیخ چیخ کے ہمارے غیر تہذیب یافتہ ہونے کا مژدہ سنا رہے ہیں، بے حسی کی انتہا یہ ہے کہ لوگ تعفن زدہ ماحول میں رہنے کے اس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ انہیں اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں کہ ان کے بچے گندگی میں رہتے ہیں اور گندے ماحول میں کھیلتے ہیں، خود صبح و شام وہ اس گندی فضا میں سانس لیتے ہیں اور بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔

شہر ہوں یا دیہاتی علاقے کہیں بھی مناسب سیوریج اور سینی ٹیشن کا نظام

نظر نہیں آتا، ویسٹ مینجمنٹ کو کوئی مناسب نظام موجود نہیں، ہر محلے، اور گلی کے کناروں پہ گندی کھلی نالیاں، کچرے کے ڈھیر جگہ جگہ نظر آتے، سب سے زیادہ خطرناک کھلی نالیاں ہیں، کھلی نالیوں سے ہی مکھی اور مچھر پیدا ہوتے ہیں اور مختلف بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔ اس میں ڈینگی مچھر بھی شامل ہے۔ لوگوں کی یہ عادت بن چکی ہے کہ گھر عالیشان بنانا ہے لیکن گلی کو اپنا نہیں سمجھنا، تمام سیوریج کا گند اپانی گلی میں چھوڑ دینا ہے، گلی کو پختہ کرانے کی زحمت نہیں ہو گی، نالیوں کو مناسب طریقے سے نہیں بنائیں گے۔ عام طور پہ یہ سوچ لوگوں میں موجود ہے کہ یہ ان کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ یہ تو ٹی ایم اے کا کام ہے۔

گرد و پیش میں گندگی پھیلانے کے بعد لوگ اپنے گھر کی چار دیواری کے اندر اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے اگر گلی میں وائرس اور بیکٹیریا پیدا ہو رہے پھیل رہے ہیں تو وہ ہوا کے ذریعہ ہر جگہ پہنچیں گے، لہذا وہ بند کمروں میں بھی صحت کے اوپر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اور اگر صاف پانی گندی نالی کی وجہ سے مضر صحت ہو رہا ہے تو وہ اس سے بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں کر سکتے۔ کھلی اور گندی نالیوں کی وجہ سے صاف پینے کا پانی کا آلودہ ہونا معمول کی بات ہے، کیونکہ صاف پانی کی لائنیں جب گندے نالے سے گذاری جاتی ہیں تو ان میں ذرا سی لیکیج ہونے کی وجہ سے گند اپانی صاف پانی کے ساتھ مل جاتا ہے، اس سے لاکھوں زندگیوں کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے، لوگ گند اپانی پیتے ہیں اور ہسپتالوں میں لائنیں لگ جاتی ہیں۔ بد قسمتی کی بات یہ ہے کہ متعلقہ اداروں کے پاس باقاعدہ کوئی سینی ٹیشن پلان موجود ہے اور نہ ہی صاف پانی کی لائنوں کی دیکھ بھال کا مناسب انتظام اور تربیت یافتہ سٹاف موجود ہے،، اور نہ ہی کمیونٹی کے لوگ اس مسئلے کو اہم سمجھتے ہیں۔

ہمارے معاشرے کا مزاج ایسا بن چکا ہے گھر سے کچرا نکال کر گلی میں پھینک

دیا جاتا ہے، ایک طرف تو نالیاں کھلی ہیں، مین ہول کھلے ہوتے اوپر سے اس طرح کوڑا بے ترتیبی سے پھینکنے کے نتیجے میں نالیاں اور گٹر بند ہونا شروع ہو جاتے ہیں لہذا یہ صورتحال مزید ابتر ہو جاتی ہے۔ یہی ابتری کی صورتحال سینکڑوں بچوں، اور بالغوں کو ہسپتالوں میں پہنچا رہی ہے۔ ہم نے اپنے ارد گرد خود ہی بیماریوں کے ذرائع اکٹھے کر رکھے ہیں۔

بڑوں کا مزاج بچے بھی اپنا رہے ہیں، لہذا ان کو بھی عادت نہیں کہ کچرے کو کس طرح ٹھکانے لگانا ہے، جب اس مسئلے کو حل کرنے کی بات ہوتی ہے تو لوگ حکومتی اداروں کو کوستے ہیں اور حکومتی ادارے وسائل کی کمی اور لوگوں کی بے احتیاطی کا رونا روتے ہیں، عملی طور پہ کوئی بھی کام ہوتا نظر نہیں آتا، صرف زبانی جمع خرچ ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حکومتی ادارے ادویات کے چھڑکاؤ کا بندوبست کریں تاکہ مچھروں کو بھگایا جاسکے، حالانکہ گندگی کے ڈھیر اگر موجود ہوں گے، صفائی کا بندوبست نہیں ہو گا تو چھڑکاؤ سے یا کسی بھی اور احتیاطی تدابیر سے کبھی یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ کیا ہم اپنے گھروں میں بیٹھ کر چپ سادھ لیں اور اسی طرح گندگی کو بڑھاتے رہیں؟ تو یقیناً ہر سال ہماری بیماریوں میں اور اموات میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

ہمارے ملک کا سب سے بڑا میٹروپولیٹین شہر کراچی اس وقت ایسی ابتر صورتحال سے دوچار ہے، کچرے کے ڈھیر اور گندگی نے لوگوں کا جینا ابتر کر دیا ہے، یا اگر دوسرے الفاظ میں یہ کہوں تو زیادہ حقیقت پسندی ہو گی کہ لوگوں نے اس شہر کراچی کو اس قدر گندگی میں مبتلا کر دیا ہے کہ اب خود ان کی اپنی چیخیں نکل رہی ہیں۔ ایسی ہی صورتحال لاہور، راولپنڈی، اور دیگر شہروں کی ہے۔

اس بے تحاشا گندگی اور سیوریج اور سینی ٹیشن کے مناسب انتظام کی عدم موجودگی کی وجہ سے جب بارشیں ہوتی ہیں تو زندگی مزید عذاب میں مبتلا ہو جاتی ہے،

لیکن اس عذاب کا باقاعدہ انتظار کیا جاتا ہے، بارشوں سے نمٹنے کی کوئی تیاری نہیں کی جاتی۔ کسی دانشور کا قول ہے کہ ”عمل کرنے کے لئے انتہائی سخت اور برے حالات کا انتظار نہ کرو، بلکہ جب حالات نارمل ہوں تو اچھے حالات کے لئے کام کرو“ اس وقت اجتماعی طور پہ پورے معاشرے کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس سلسلے میں متعلقہ اداروں کے ساتھ مل کر کام کریں۔

بلدیاتی نمائندوں کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ شہر اور اپنے علاقوں کو ایک اچھا صحت مندانہ سینی ٹیشن کا نظام دیں، تاکہ ماحول گندگی سے پاک ہو جائے، اگر وہ یہ کام کر لیتے ہیں تو یقیناً لوگوں کے ستر فیصد مسائل حل ہو جائیں گے۔ سب سے پہلے تو میری درخواست ہے متعلقہ اداروں سے کہ وہ تمام بلدیاتی منتخب نمائندوں کو تربیت فراہم کریں کہ کس طرح سے اپنے ٹاؤنز کو صاف ستھرا رکھنے کی حکمت عملی ترتیب دینی ہے، کس طرح لوگوں کو موبلائز کر کے انہیں اکٹھا کر کے ان کو ساتھ ملا کر اس مسئلے کے ٹھوس حل کی طرف بڑھنا ہے۔

دوسرا یہ کہ پبلک کے لئے بھی آگہی اور تربیت کا اہتمام کیا جائے، اس کے لئے ہر علاقے کی سطح پہ مختلف قسم کے پروگرام کئے جائیں، ایسے پڑھے لکھے نوجوانوں کی خدمات حاصل کی جائیں، جو انسانیت کا درد رکھنے والے ہیں، خاص طور پہ وہ نوجوان جو کہ انسانیت کے حوالے سے مختلف حلقوں سے وابستہ ہیں اور سماجی، سیاسی وغیرہ انقلاب کے متمنی ہیں، ان کو چاہئے کہ انقلاب کی ابتدائی تیاری کے لئے یہ پہلا عمل ہے کیونکہ اگر لوگ صحت مند ہوں گے تو ان کے دماغ صحتمند ہوں گے اور وہ معاشرے میں کسی سیاسی تبدیلی کے لئے جدوجہد کرنے کے قابل ہوں گے، اور اگر وہ زندہ ہی نہ رہے تو انقلاب کون لائے گا؟ اور مزید یہ کہ ہمارے انقلابی بھائی بھی اس گندے ماحول کا شکار ہو کر اس جدوجہد میں کمزور ہو جائیں گے، لہذا ان پہ دوگنی ذمہ داری عائد ہوتی

ہے کہ وہ اس کام کے لئے کمیونٹی میں جائیں، گلیوں محلوں میں لوگوں کو صحت وصفائی کے حوالے سے احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے حوالے سے تربیت دیں، نیز لوگوں کے اندر وحدت فکر و عمل یعنی مل جل کر مسائل حل کرنے کی تربیت دیں، اس طرح ان کی بھی سیاسی تربیت ہو گی۔

اسی طرح ہمارے مساجد کے ائمہ کرام کی، سکول کے اساتذہ کی بھی ذمہ داری ہے کہ اپنے اپنے حلقہ جات میں لوگوں کو اس حوالے سے تربیت دیں۔جو ہمارے سیاستدان ہیں جو یقیناً ووٹوں کے دنوں میں ہماری گلیوں اور محلوں کے چکر لگاتے ہیں ان کی بھی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ قوم کے ٹیکسوں کی لوٹ کھسوٹ کی بجائے لوگوں کی صحت اور ان کے بچوں کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ادا کریں، کیونکہ ان ہی لوگوں کی وجہ سے آج وہ اقتدار کے مزے لوٹ رہے ہیں، لہذا لوگوں کو چاہئے کہ جب بھی وہ ان کے علاقوں کا رخ کریں، انہیں اپنے ساتھ ملا کر اپنے مسائل ان سے حل کروائیں، انہیں مجبور کریں کہ وہ تمام وسائل مہیا کریں جو کہ سینی ٹیشن اور کوڑا کرکٹ کے نظام کو بہتر کرنے کے لئے ضروری ہیں۔

یقیناً انسانی معاشرے میں ماحول اور گھر کی صفائی صحت مند رہنے کے لئے انتہائی ضروری ہے، قوموں کی تہذیب اور شائستگی کو پرکھنے کا یہ معیار ہے کہ وہ قوم کس قدر صفائی پسند ہے، کیونکہ صحت مند ماحول صحت مند جسم پیدا کرتا ہے اور صحت مند جسم، صحت مند دماغ پیدا کرتا ہے۔ گندگی اور تعفن زدہ ماحول میں پرورش پانے والی نسلیں کبھی بھی صحت مند نہیں رہ سکتیں۔ لہذا یہ معاشرے کے ہر فرد اور ادارے کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ اس پہلو کی نزاکت کو سمجھیں اور ماحول کو صاف رکھنے کے لئے انفرادی سطح پہ اور ادارہ جاتی سطح پہ ہنگامی بنیادوں پہ بہترین، منصوبہ بندی کی جائے اور اس پہ عمل درآمد کر کے اپنا شمار تہذیب یافتہ اقوام میں کرایا جائے۔

وہ شرمندہ کر گیا

مفتی اسماعیل معاویہ

جوس لو جوس! ٹھنڈے ٹھار جوس... بھائی صاحب جوس لے لو! مسجد سے نکلتے ہی میرے کانوں سے یہ آواز ٹکرائی تو میں نے دیکھا ایک آدمی جو کہ ضعیف العمر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ہاتھ سے بھی محروم تھا، سائیکل پر بیٹھا اپنے قریب سے گزرتے ایک آدمی کو مخاطب تھا، مگر اس شخص نے جب باباجی کی بات کی طرف بالکل بھی توجہ نہ کی تو اس معذور کے لہجے میں اب لجاجت آگئی۔

بھائی صاحب میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ خود معذور اور بوڑھا ہوں مگر پھر بھی حق حلال کی کمانے کی کوشش کرتا ہوں کسی سے بھیک نہیں مانگتا۔ صاحب صرف ایک ڈبہ جوس کا خرید لو میرا تعاون ہو جائے گا۔

اتنے میں میں بھی قریب پہنچ چکا تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جوس بیچنے والے کی التجاؤں کا اس آدمی پر کوئی اثر ہی نہ ہوا اور وہ سر جھٹک کر ایک سمت چل دیا اور جوس بیچنے والے کی آنکھوں کے جلتے دیپ مایوسی سے بجھ گئے۔

اس کی آنکھوں کی مایوسی دیکھ کر مجھے اس شخص پر بہت ہی غصہ آیا۔ کیا حرج تھا اگر وہ ایک جوس کا ڈبہ ہی خرید لیتا۔ وہ کوئی اس سے بھیک تھوڑی نہ مانگ رہا تھا۔

اتنے میں جوس بیچنے والے کی نظر مجھ پر پڑی تو ایک آس سے اس نے پکارا! جوس بھئی جوس، ٹھنڈے ٹھار دلبہار جوس، بھائی صاحب جوس لیں بہت ہی ٹھنڈا ہے، آپ کا دل خوش ہو جائے گا۔

میں تو پہلے ہی لینے کا ارادہ کر چکا تھا لہذا میں نے اس کو جوس ایک ڈبہ دینے کا کہا۔ اس نے جلدی سے لکڑی کے بنے ایک ڈبے میں سے جوس کا ایک ڈبہ نکالا، جس

میں اس نے جوس کے ڈبے ٹھنڈے کرنے کیلئے برف اور پانی ڈال رکھا تھا۔ جوس کا ڈبہ اس نے مجھے تھما دیا۔

"کتنے پیسے بابا جی...؟" میں نے حقارت بھری نظروں سے اس آدمی کی طرف دیکھ کر ذرا اونچی آواز میں کہا جو قریب ہی کھڑا تھا تاکہ اس کو شرمندگی تو ہو۔

شاید وہ بھی میری طرح مسافر تھا کیونکہ یہ واقعہ میرے ساتھ ایک سفر میں پیش آیا۔ اس کی نظریں میری نظروں سے چار ہوئیں میری آنکھوں میں اپنے لئے حقارت دیکھ کر اس نے شرمندگی سے نظریں جھکالیں۔

"تیس روپے بیٹا صرف تیس روپے...!" بابا جی نے مجھے جوس کے ڈبے کے پیسے بتائے تو میں چونک گیا۔ اسلئے کہ ہمارے علاقے میں جوس کا یہی ڈبہ پندرہ روپے کا مل جاتا تھا۔

اب مجھے دل ہی دل میں بابا جی پر بھی غصہ آنے لگا کہ اپنے بڑھاپے اور معذوری کو آڑ بنا کر مرضی سے پیسے وصول کرتے ہیں۔

بہر حال میں نے بادل نخواستہ پچاس کا نوٹ نکال کر بابا جی کو ایسے طریقے سے تھمایا گویا کہ میں ان پر احسان کر رہا ہوں۔ بابا جی نے گیلے ہاتھوں سے بقایا پیسے مجھے دیے۔

میں نے وہ پیسے پکڑ کر جیب میں ڈال لئے اور وہیں قریب پڑے بینچ پر میں بیٹھ گیا، کیونکہ گاڑی کی روانگی میں ابھی پندرہ منٹ باقی تھے۔ جوس پینے کے ساتھ ساتھ میں وقتاً فوقتاً اس جوس نہ خریدنے والے کی طرف دیکھنا بھی اپنا فرض سمجھتا رہا کہ اس کو اتنا بھی احساس نہیں ہوا کہ ایک معذور کی مدد ہی کر دے۔

شکل سے دیکھو کیسا پارسا لگ رہا ہے بہر حال میں جی بھر کر اس سے بدگمان ہوا اور دل ہی دل میں اس کو خوب سنائیں۔

میں جوس پی فارغ ہی ہوا تھا کہ ایک میرے قریب لگی پٹرول کی مشین کے پاس ایک پجارو آکر رکی۔ اس میں تین جوان بیٹھے ہوئے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ کسی امیر گھرانے کے چشم وچراغ تھے جویوں بے فکری سے قہقہے لگا رہے تھے۔ جلدی سے پٹرول پمپ پر موجود ملازم گاڑی کے قریب آیااوراس میں پٹرول ڈالنے لگا۔

پجارو کو دیکھ کر وہ جوس والے باباجی بھی اپنی سائیکل کو گھسیٹتے ہوئے پجارو کے قریب آگئے اوراشارے سے جوس کا کہنے لگے کیونکہ پجارو کے شیشے بند تھے آواز لگانا بے کار تھی۔ گاڑی میں موجود نوجوانوں نے باباجی کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ یہ سارا منظر میں چونکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

پجارو والوں کی بے اعتنائی دیکھ کر مجھے شدید غصہ آیادل میں آیا کہ جاکر ان کو شرم دلواؤں کہ ایک معذور آدمی ہے، ایک دو جوس کے ڈبے خرید لینے سے ان کو فرق نہیں پڑے گا، مگر اس غریب کا اچھا تعاون ہو جائے گا۔ جتنی بڑی گاڑی ہوتی ہے اتنے ہی کنجوس ہوتے ہیں۔ بخیل کہیں کے۔

دل ہی دل میں ان پجارو والوں کو کھری کھری سنانے لگا کہ زبان سے کھری کھری سنانا مہنگا پڑ سکتا تھا۔

میں ابھی یہ سوچ ہی رہا تھااور پیچ تاب کھارہا تھا کہ پجارو کا شیشہ نیچے سرکا تو میں اس طرف متوجہ ہو گیا۔ پجارو میں سے ایک نوجوان نے سر باہر نکالا۔ باباجی تین ڈبے جوس کے دے دیں۔

باباجی نے بجلی کی سرعت سے ٹھنڈے ٹھار ڈبے نکالے اوران کو کپڑے سے صاف کر کے اس نوجوان کو پکڑا دیے۔ کیونکہ ان ڈبوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔

نوجوان نے تینوں ڈبے پکڑ لیے اورایک نوٹ باباجی کی طرف بڑھادیا۔

مگر بابا جی نے انکار میں سر ہلایا۔

میں حیران ہوا کہ بابا جی پیسے کیوں نہیں لے رہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ گاڑی والے پیسے کم دے رہے ہوں۔ مگر جب میں نے غور کیا تو گاڑی والے کے ہاتھ میں پانچ ہزار کا نوٹ چمک رہا تھا۔

اور بابا جی کہہ رہے تھے کہ بیٹا میرے پاس چینج نہیں ہے۔ غریب آدمی ہوں۔ نوجوان کے چہرے پر ایک پراسرار مسکراہٹ ابھر آئی۔ مجھے لگا کہ وہ جان بوجھ کر بابا جی کو پریشان کرنے کیلئے پانچ ہزار کا نوٹ دے رہا ہے۔

مگر اگلا لمحہ میرے لیے شدید حیرت کا تھا جب نوجوان نے کہا "بابا جی میں کب آپ سے بقایا مانگ رہا ہوں۔، باقی آپ رکھ لیں، ہماری طرف سے ہدیہ ہیں۔" بابا جی نہ نہ کرتے رہ گئے۔

مگر اس نوجوان نے ڈرائیور کو اشارہ کیا اس نے گاڑی آگے بڑھا دی اور بابا جی کا وہ ہاتھ اٹھا کا اٹھا رہ گیا جس میں پانچ ہزار کا نوٹ دبا ہوا تھا اور بابا جی کی آنکھوں سے تشکر کے آنسو چھلک پڑے۔

ادھر میری یہ حالت تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں، مجھے اب اپنے آپ سے گھن آنے لگی کہ میں جو سوچ رہا تھا کہ میں نے ایک ڈبہ تیس روپے میں خرید بابا جی پر احسان کیا ہے۔ میں نے بہت بڑی سخاوت کی ہے۔ مجھے ایسے لگا کہ میری جیب میں موجود بقایا بیس روپے جو بابا جی نے پچاس میں سے بقیہ دیے تھے۔

میرے ضمیر پر کچوکے لگا رہے ہیں کہ تم بیس روپے بقایا لے کر بھی اپنے آپ کو سخیوں کی صف میں شامل کر رہے ہو اور جنہوں نے پانچ ہزار کا بقایا نہیں لیا ان کو کیا نام دو گے؟ یہ سوچ آتے ہی میرے سر شرمندگی سے جھکتا چلا گیا اور میں اپنے کیے اور سوچ پر توبہ و استغفار کرنے لگا۔

معمر افراد قوم کا سرمایہ

اختر سردار

بزرگوں کا احترام ایک خالص اسلامی نظریہ ہے۔اسلام کتنا پاکیزہ مذہب ہے بوڑھوں کو دردر کی ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ نہیں دیا بلکہ ان کی تعظیم کو اللہ کی تعظیم قرار دیتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بزرگوں کی عزت و تکریم کی تلقین فرمائی اور بزرگوں کا یہ حق قرار دیا کہ کم عمر اپنے سے بڑی عمر کے لوگوں کا احترام کریں اور ان کے مرتبے کا خیال رکھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے۔"اسی طرح قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ "اور آپ کے رب نے حکم فرما دیا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو، اگر تمہارے سامنے دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں "اُف" بھی نہ کہنا اور انہیں جھڑکنا بھی نہیں اور ان دونوں کے ساتھ بڑے ادب سے بات کیا کرو، اور ان دونوں کے لیے نرم دلی سے عجز و اِنکساری کے بازو جھکائے رکھو اور (اللہ کے حضور) عرض کرتے رہو 'اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے (رحمت و شفقت سے) پالا"

ہم دیکھتے ہیں بچے اپنے والدین کو بات بات پر ڈانٹتے رہتے ہیں ایسے بچے دوسرے بزرگوں کا کیا احترام کریں گے ۔ آپ دیکھیں مسجد و مدرسوں ،مزاروں، بازاروں گلی محلوں میں بھیک مانگتے بزرگ ہر روز دیکھے جاسکتے ہیں کوئی پیٹ بھرنے کے لئے ایک وقت کا کھانا دے دیتا ہے تو کوئی جھڑک دیتا ہے۔اللہ کو سخت ناپسند ہے کہ

بزرگوں کو جھڑکا جائے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہمارے بڑوں کی وجہ سے ہی ہم میں خیر و برکت ہے۔ پس وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔"

ہم سب جانتے ہیں کہ آج جو بچہ ہے وہ جوان ہوتا ہے اور پھر اس پر بڑھاپا آجاتا ہے۔ ہم عمر کے کسی بھی حصے میں ہوں، ایک دن (اگر زندہ رہے تو) بوڑھے لازمی ہو جائیں گے۔ ضعیف عمری میں کمزوری اور بیماریوں کا حملہ تو ہوتا ہی ہے، اپنی اولاد یا دیگر عزیزوں کی قدر و عزت نہ کرنے کا دکھ بھی ان کو گھیرے رہتا ہے۔ معمر افراد کسی بھی قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں۔

ان کے تجربات نوجوانوں کے لیے مشعل راہ ہوتے ہیں۔ ہم نے اوپر لکھا معمر افراد کسی بھی قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں، اس طرح کہ ان کی زندگی کے تجربات نوجوانوں کو منتقل ہوتے ہیں، اس لیے بھی کہ آج جو جوان ہے کل وہ بچہ تھا، اسے جس نے پالا پوسا اپنی جوانی اس کو جوان کرنے پر صرف کی آج وہ بوڑھا ہے وہ اپنی محنت و مشقت سے اپنی اولاد کو بڑا آدمی بنانے کے لئے ساری عمر کوشاں رہے۔ پھر ایک وقت ایسا آتا ہے۔

دیکھا گیا ہے کہ ان بزرگوں کی خوشیاں اکثر اوقات تلخیوں میں بدل جاتی ہیں۔ وہ پل پل میں جیتے اور پل پل میں مرتے ہیں۔ اب ہم مجبور بھی ہوتے ہیں اور بے بس بھی اور شاید ان کی ضرورت بھی نہیں رہتی اس لیے ان کو مرنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

قارئین یہ بات بڑی توجہ طلب ہے کہ اسے پڑھ کر سر ندامت سے جھک جاتا ہے آپ بھی پڑھیں ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ بزرگوں کے معیارِ زندگی کے

حوالے سے بہترین ملک سویڈن ہے (تازہ ترین رپورٹ کے مطابق بزرگوں کے لیے بہترین ملک کے طور پر ناروے نے اپنے ہمسایہ ملک سویڈن کی جگہ لی ہے جواب دوسرے نمبر پر ہے۔ تیسرے نمبر پر سوئٹزرلینڈ، چوتھے پر کینیڈا اور پانچویں پر جرمنی ہے) جبکہ پاکستان بدترین ممالک کی فہرست میں تیسرے نمبر پر ہے۔

ایک اور رپورٹ نظر سے گزری جس میں بدترین ممالک میں پاکستان کا چھٹا نمبر بتایا گیا ہے، اور بزرگ افراد کے لیے بدترین ملک ایک مرتبہ پھر افغانستان کو قرار دیا گیا ہے۔ دونوں رپورٹس میں سے کوئی بھی درست ہو ہمارے لیے باعث شرم ہے۔ اس کی مثال کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ پاکستان کے کسی بھی سرکاری ہسپتال میں شائد ہی بزرگوں کو علاج و معالجے کے حوالے سے کوئی ترجیحی سہولتیں فراہم ہوں، معمر افراد کو لمبی قطاروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اسی طرح بینک ہیں جہاں پینشن لینے کے لیے ان کو سارا سارا دن دھکے کھانے پڑتے ہیں۔ تحریر کے آخر میں تحقیق پیش ہے۔ ایک تازہ ترین تحقیق سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بوڑھے افراد کے لیے منفی رویے رکھتے ہیں، ان میں اپنی آئندہ زندگی میں دل سے منسلک بیماریوں کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ نئی تحقیق کے مطابق وہ نوجوان اور ادھیڑ عمر افراد جنہوں نے بوڑھے افراد کے لیے منفی رویوں کا اظہار کیا، انہیں اپنی آئندہ زندگی میں سٹروک، دل کے حملوں اور دل کی دوسری سنگین بیماریوں میں مبتلا ہونے کا خطرہ اپنے ہم عمر ان افراد کی نسبت زیادہ تھا جو بوڑھے افراد کی جانب عمومی طور مثبت رویہ رکھتے تھے۔ اب چلتے چلتے ایک حدیث سنتے جائیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو جوان کسی بوڑھے کی عمر رسیدگی کے باعث اس کی عزت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جوان کے لیے کسی کو مقرر فرما دیتا ہے جو اس کے بڑھاپے میں اس کی عزت کرے۔

ہائے رے یہ فیشن!!

فاطمہ عشرت

عینی اور دعا دونوں بہنیں تھیں اک متوسط گھرانے سے ان کا تعلق تھا، عینی فیشن کی شیدائی تھی اور اس کا ساتھ دعا خوب دیتی مختلف فیشن میگزینز کا دن بھر مطالعہ کرنا اور اس سے تفنن تھی۔

عینی کا ماننا تھا اگر نت نئے فیشن نہ ہو تو انسانی زندگی جمود کا شکار ہو کے رہ جاتی ہے لباسوں کی رنگ آرائی اس پے عمدہ پرنٹنگ اور کڑھائی بہت لبھاتی اسے۔

مختصراً وہ فیشن کو بحر بیکراں کہتی اس کی مائی عاجز آچکی تھیں جبکہ اس کے بابا بیٹیوں کی کوئی فرمائش نہیں ٹالتے چاہے انہیں سخت محنت ہی کیوں نہ کرنی پڑے اور اس کے لیے وہ تمام تکلیفیں برداشت کرتے !!

عینی فیشن میگزین دیکھنے میں غرق ہوتی ہے اور اسے ایک ڈریس سمجھ بھی آجاتا ہے، وہ فوراً پرجوش انداز میں دعا کو آواز لگاتی ہے !!

"ارے دعا کی بچی!!! کہاں غائب ہو؟ دیکھو میں نے اک نیو ڈریس پسند کیا ہے تمہارے لئے بھی دیکھ لیا آجاؤ جلدی پھر بابا سے آج ہی پیسے لے کے کل تک خرید لیں گے !!!

دعا" آپی آئی۔ وہ کچن میں آٹا گوندھنے میں مصروف تھی!!!"

عینی میگزین آگے بڑھاتے ہوئے کہتی ہے

"اچھا چھوڑو یہ سب یہ دیکھو ایمان سے کتنا پیارا ہے اور مجھ پے غضب کا لگے گا!!!"

دعا، "ہائے آپی!! ہے تو بہت اچھا مگر اس کی قیمت تو دیکھیں!!!"

عینی، "ارے اتنی بھی نہیں بس تھوڑی سی تو زیادہ ہے!!!"

"اچھا آپ کہتی ہیں تو مان لیتی ہوں "

مائی عینی اور دعا کی گفتگو سن لیتی ہیں اور دونوں کو آڑے ہاتوں لیتی ہیں۔

خبر دار!!" جو تم دونوں نے منہ سے ایسی بکواس بھی نکالی۔ یہ تو حد ہی ہو گئی کوئی لگام نہیں نہ کام کاج نہ پڑھائی کا خیال نہ سلیقہ بس ہر وقت ماڈرن بننے کی دھن'

ارے میری تو نصف عمر ہی گزر گئی تم دونوں پے ماتھا کھپا کھپا کے مجال ہے جو کانوں پے جوں بھی رینگ جائے اب کسی نے فیشن کا نام بھی لیا تو وہ حشر کروں گی کے یاد رکھو گی "

دعا کو تو سانپ ہی سونگھ گیا مائی کم ہی غصہ کرتیں اور آج ان کا پارہ کافی ہائی تھا وہ چپ چاپ کھسک گئی جبکہ عینی سلگ کے رہ گئی!!!!

رات کھانے کے بعد وہ بابا سائیں کے سر پر جا پہنچی پہلی بار بابا سائیں پریشان ہوئے اور انہیں منع کر پڑا عینی کا موڈ آف ہو گیا اور کافی دل گرفتہ اپنے کمرے میں آ گئی اس سے ہر صورت علیشہ کی سالگرہ (عینی کی دوست جس کی سالگرہ عنقریب تھی) میں اپنا منتخب کردہ سوٹ پہننا تھا وہ سوچنے لگی کہ کس طرح پیسوں کا بندوبست کیا جائے بالآخر ایک ترتیب اس کے ذہن میں آ ہی گئی !!!

صبح ہوتے ہی اس نے مائی سے کالج کی فیس لیا اور کالج پہنچ کر سجل کے ساتھ بازار جانے کا پروگرام ترتیب دینے لگی۔

ہر چند سجل نے بہت سمجھایا کیونکہ سجل سمجھ دار اور سلجھی ہوئی لڑکی تھی وہ بھی وہی فیشن اپناتی جو مہذب ہو اور اسراف میں بھی نہ آئے ۔

مگر وہ عینی ہی کیا! جو کسی کی بات مان لے!! فیشن تو اس کا جنون تھا وہ جوڑا لے کے گھر پہنچ گئی۔

اس نے دعا کیلئے بھی لیا اور سب بتا دیا دعا بے حد ڈر گئی اسے یہی خوف ستا رہا تھا جب مائی کو پتہ چلے گا تو کیا ہو گا عینی مائی کو جھوٹ بول دیتی ہے کہ اس کے پیسے کلاس میں چوری ہو گئی اور خوب روئی ناچار مائی کو یقین آ ہی گیا !!!

عینی پر سوں علیشہ کی سالگرہ میں خوب تیار ہوئی اور وہ ہی ڈریس زیب تن کیا مائی نے اس سے دیکھنے کے ساتھ پہلے بہت گھورا اور سوال شروع کر دیئے !!!

"اے عینی کہاں سے لیا اتنا مہنگا ڈریس ؟"

"پیسے کہاں سے آئے "؟" کہیں تو نے ادھار تو نہیں لے لیا کسی سے ؟"

عینی نہیں مائی ایسی کوئی بات نہیں یہ تو علیشہ نے تحفہ میں دیا! آپ کو تو پتہ ہے کتنی امیر ہے اسی نے خاص اپنی سالگرہ پہ پہننے کیلئے دیا !!!مائی آنکھیں نکالتی ہوئیں اگر جھوٹ ہوا تو اپنی خیر منالیو !!

وہ علیشہ کی سالگرہ میں پہنچ گئی اس کا ڈریس کافی تنگ تھا اور پاجامہ ٹخنوں سے اوپر جو اس نے اپنی مائی کے سامنے بڑے کمال سے چھپالیا تھا دعا صاف منع کر گئی ساتھ چلنے سے !!!

پارٹی میں سب نے اس کی بہت تعریف کی!!!

واپسی پہ دیر ہو گئی اور اس کے موبائل کی بیٹری بھی ختم تھی اور افراتفری میں چارج ہی نہیں کر سکی!!

عینی کو اسٹاپ پہ ڈراپ کر دیا گیا اور وہاں سے گھر کا راستہ قریب تھا یہاں اس کے بابا سائیں، مائی اور دعا کافی پریشان تھے !!موبائل پہ کال کر کر کے تھک چکے تھے۔

یہاں عینی اپنی چادر کو اپنے گرد اچھی طرح لپیٹ کر چلنے لگی اس سے عقب میں سائے سے نظر آئے پھر آوازیں آنے لگیں، وہ دو نوجواں تھے جن کی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔

عینی بہت گھبرائی اور ڈور لگادی بھاگتے وقت اس کی چادر بھی گر گئی وہ پتھر سے ٹکرائی اور لڑھک گئی یاس نے پتھر ہاتھ میں لیا اور چیخی!!!

"پاس مت آنا ورنہ سر پھاڑ دوں گی میں شریف لڑکی ہوں ایسی ویسی نہیں!!!!"

نوجوانوں کا قہقہہ بلند ہوا ہاہاہا!!! شریف ہوتیں تو پردے میں نظر آتی ایسا بیہودہ لباس نہ پہنتیں جو سوائے بے حیائی کے کچھ نہیں اور تم جیسی لڑکیاں ہم جیسے مردوں کو خود دعوت دیتی ہیں !!

عینی کو ایسا لگا اس کے کانوں میں کسی نے سیسہ ڈال دیا ہو اس سے آج شدت سے احساس ہوا کہ وہ کس راہ پے چلتی رہی پتھر ان کی طرف پھینک کر ڈور لگائی !!

اور خوب دل سے اللہ کو پکارا! بہت روئی، پچھتائی اور توبہ کی سمجھ گئی ۔ ک۔۔ کس فیشن کی تقلید میں اندھی رہی جو محض بے حیائی اور رسوائی کے سوا کچھ نہیں جس نے اسے عورت ہونے کا مطلب ہی بھلا دیا !!

وہ پاگلوں کی طرح طرح بھاگتے بھاگتے گھر پہنچی اور اپنی مائی سے لپیٹ کر بہت روئی۔

خوب معافی مانگی سب بتایا اور آئندہ کیلئے توبہ کر لیدعا اور اس کے بابا سائیں بھی آبدیدہ ہو گئے!!

مائی نے اس سے دلاسہ دیا، پیار کیا اور گلے سے لگایا!! چپ کرواتے ہوئے کہا!!

"ہائے رے یہ فیشن!! نئی نسل کو دیمک کی طرح چاٹ گیا کتنے ہی نوجوان اس کے بھینٹ چڑھ گئے۔

اے اللہ سائیں!! میری بیٹی کی طرح ان سب کو بھی عقل آجائے اور ہدایت مل جائے، سب بیک وقت بولے: آمین۔

برسات کے دن

عبدالکبیر

میں تقریباً شام کو جب گھر واپس آیا تو موسم بہت خوشگوار تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ برسات کے دن تھے۔ آج آفس میں بہت کام تھا۔ جب تھکاوٹ سے چور گھر پہنچا تو ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی تھی۔ میں آرام کرنے کے لیے اپنے کمرے میں جا کے لیٹ گیا۔ بارش اب موسلا دھار بارش کا روپ دھار چکی تھی۔ ویسے تو اللہ کا شکر تھا، میں ایک آرام دہ اور چھت والے کمرے تھا۔ اس لیے مجھے بارش سے کوئی خطرہ نا تھا۔ لیکن ہمارے گھر کے سامنے والے گلی کی حالت اچھی نہ تھی۔ وہاں گھٹنوں تک پانی جمع ہو چکا تھا۔ لہٰذا ایک رات کے لیے گھر سے باہر نکلنا محال تھا۔ دل ہی دل میں، میں نے بلدیہ انتظامیہ، واسا کے اس فلاپ سسٹم کو کوسا پھر دوبارہ کمرے میں جا کر لیٹ گیا۔ دل میں، سوچ میں ذرا سی خلش بھی نہ تھے۔ میں تو گلی کے حالات پر حکومت اور انتظامیہ کو کوس رہا تھا۔ گلی کی اس حالت کا ذمہ دار انتظامیہ کو ٹھہرا کر خود کو مطمئن تو کر لیا تھا لیکن میں یہ بات بھول گیا تھا کہ ”خدا نے اس قوم کی حالت کبھی نہیں بدلی جب تک اس کو خود اپنی حالت بدلنے کا خیال نہ ہو۔“ ہم سب ان حالات کے ذمہ دار ہیں۔ ہم ہی ہیں وہ معزز انسان، جو اُن معزز حضرات کا انتخاب کر کے ان کو اسمبلیوں تک پہنچاتے ہیں۔ ہم خود ہیں جو انتظامیہ کی پس پشت میں ان کی سپورٹ کے لیے کھڑے ہیں۔ خیر! برسات کے موسم کی بارش کو ہم نے اپنے بند کمروں میں بیٹھ کر برداشت کر لیا۔ کبھی ہمارے دل میں یہ خیال نہ آیا کہ ہمارے وہ بھی مسلمان بھائی ہیں جن کے پاس رہنے کے لیے چھت نہیں ہے۔ جن کے پاس برسات کی بارش کو برداشت کرنے کے لیے چھت نہیں ہے۔ ”ہیپی رینی ڈے“ یا ہیپی رینی نائٹ

(Happy rain day or Happy rainy night)" کے میسجز کا تبادلہ کرتے ہوئے ہمارے ذہن میں یہ تصور کیوں نہیں آتا کہ کچھ ایسے لوگ بھی بستے ہیں جن کے لیے بارش رحمت نہیں بلکہ زحمت بن کے آتی ہے۔ بارش کے موسم سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ہم کیوں نہیں یہ سوچنا گوارا کرتے کہ وہ ہمارے بھائی جن کے گھر اور املاک سب پانی میں بہہ گئے، ان کے دلوں پر کیا گزر رہی ہو گی۔ ہمیں تو صرف اپنے حالات کو دیکھنا ہے۔ اللہ تعالی کی عطا کردہ ہر نعمت کے باوجود ہم اللہ تعالی کی ناشکری میں اپنے شب و روز بسر کر رہے ہیں۔ کوئی مدد کے لیے پکار تا ہے تو پکار تا رہے، ہمارے کانوں میں جوں تک نہیں رینگتی۔ ہم صرف زبان کی حد تک خدا کا شکر کرتے ہیں، لیکن ہم اپنے آپ کو دنیا کا سب سے بڑا مفلس سمجھتے ہیں۔

لیکن اگر اپنے اسلاف کی تواریخ کا مطالعہ کرنے کا تکلف کریں تو ہمیں پتہ چلے گا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چندہ کے لیے اپیل کی، تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس دینے کے لیے کچھ بھی نا تھا۔ پھر بھی ان کے جزبہِ ایمانی نے یہ گوارا نا کیا کہ وہ اپنے آپ کو مفلس ثابت کر کے چندہ میں حصہ نا ڈالیں۔ تو اس صحابی رسول نے دن پھر ایک یہودی کے ہاں مزدوری کی اور اس کی اجرت جو چند کھجوروں پر مشتمل تھی۔ وہ کھجوریں لا کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کر دیں۔

لیکن آج سب کچھ ہونے کے باوجود ہماری حالت سب پر عیاں ہے۔ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے" ضرورت اس امر کی ہے ہم اپنے ارد گرد کے حالات پر نظر رکھیں کہ کوئی ہمارا بھائی ایسا تو نہیں جس کے پاس رہنے کو چھت تو ہے لیکن بارش کے موسم میں وہ اس کو محفوظ نہیں سمجھتا تو ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیے اور دیگر جو بھی مسلمان کسی بھی مصیبت میں ہیں ان کی بھی مدد کرنا ہمارا دینی فریضہ ہے۔

ماہنامہ بنات اہلسنت ملنے کے پتے

ایجنسی ہولڈرز	علاقہ	فون نمبرز
دارالایمان	کراچی	03342028787
قاری عبدالوکیل عزیزی	سیالکوٹ	03338639255
مولانا محمد دلاور	اوکاڑہ	03136969193
مولانا عبداللہ قمر	قصور	03008091899
مولانا عبداللہ شہزاد	حافظ آباد	03212374824
محمد رئیس	ٹانک	03319143483
مولانا خالد زبیر	لاہور	03153759031
مولانا خالد زبیر	چکوال	03335912502
مولانا غلام مرتضیٰ	فورٹ عباس	03052475330
مولانا محمد صدیق	ڈیرہ غازی خان	03356351893
مولانا محمد قاسم	ملتان	03007408019
قاضی اسرائیل گڑنگی	مانسہرہ	03023501755
مولانا طارق حسین	پشاور	03219192406
مولانا امان اللہ حنفی	سرگودھا	03067800751
مولانا محمد اختر	کبیر والا	03336228425
ذوالقرنین	ڈیرہ اسماعیل خان	03343682508

نوٹ: ایجنسی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں: 03326311808